قَالَ اللهُ تعالیٰ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْن

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

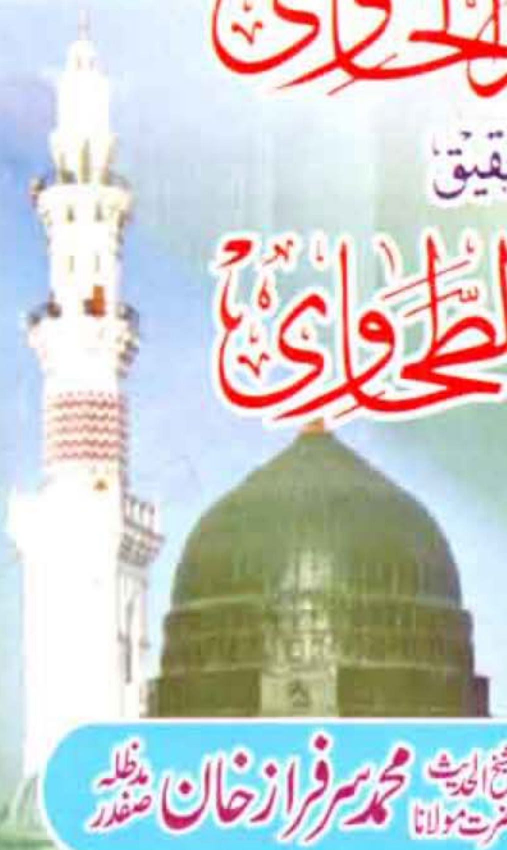
اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ

لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

الكلام الحاوي

في تحقيق

عبارة الطحاوي



مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

مکتبہ صفدریہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ الآیۃ

یعنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کے لیے ہے الخ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّھَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ وغیرہ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ تو وہ میرے لیے حلال ہے اور نہ میری آل کیلئے

اَلْکَلَامُ الْحَاوِیْ

فی تحقیق

عِبَارَۃِ الطَّحَاوِیْ

جس میں بڑی تحقیق اور جستجو سے صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور مختلف مکتب فکر کے جمہور فقہائے کرامؒ سے باحوالہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کے لیے زکوٰۃ، عشر، نذر اور اسی طرح واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں اور جن حضرات کو حضرت امام طحاویؒ کی جس عبارت سے جواز کا شبہ ہوا ہے اس کو خوب واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہرگز جواز کے قائل نہیں ہیں نیز دیگر کئی ضمنی اور علمی و تحقیقی ابحاث ہیں جو صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

محمد سرفراز خاں خطیب جامع مسجد گکھڑ — ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ

طبع پنجم .... مئی ۲۰۰۷ء
۳

نام کتاب ــــــ الکلام الحاوی

مؤلف ــــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت مجدہم

تعداد ــــــ ایک ہزار

مطبع ــــــ مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر ــــــ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت .... ۶۰/- (ساٹھ روپے)

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ، بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ سوات
☆ مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
☆ مکتبہ رحمانیہ محلہ جنگی پشاور
☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

فہرست مضامین

عرض حال

مضمون چونکہ سب خشک تھا۔ اس لیے مجھے ذاتی طور پر یہ امید نہ تھی۔ کہ کوئی اس رسالہ کو طلب بھی کرے گا۔ مگر چند ہفتوں کے اندر اندر کشمیر دہلی سرحد وغیرہ دور دراز اطراف سے بعض مقتدر علمائے کرام اور طلبائے عظام کے کئی خطوط آئے کہ ہمیں رسالہ بذریعہ وی پی روانہ کر دو۔ اور پنجاب کے کئی مقامات سے بعض علماء کرام اور کئی دیگر حضرات خود سفر کی زحمت برداشت کر کے گکھڑ آئے کہ ہمیں رسالہ دو۔ مگر میں مجبور تھا۔ ان حضرات کو فوراً نہ دے سکا۔ مجبوری یہ تھی۔ کہ احقر نے بعض علماء کرام کے پاس برائے تقریظ و اظہار رائے چند رسائل بھیجے ہوئے تھے اور خیال یہ تھا کہ اگر کوئی مضمون خلاف واقع ہو تو اس کی درستی کر لی جائے اور پھر رسالہ تقسیم ہو۔ بحمد اللہ تعالیٰ ذیل کی تقاریظ موصول ہو گئیں اور دل مطمئن ہو گیا اور کتاب تھوڑے ہی عرصے میں نکل گئی۔

تقاریظ علماء کرام

حضرت مولانا الحاج الحافظ فقیہ وقت و ادیب عصر و مفتی دارالعلوم دیوبند

مولوی محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد

میں نے رسالہ ''الکلام الحاوی'' کو اکثر مواقع سے دیکھا اس کے مصنف عزیز مکرم جناب مولانا مولوی محمد سرفراز خان صفدر (سواتی) ہیں۔ فی الحقیقت زمانہ کی ضروریات کی بنا پر یہ مسئلہ محتاج تحقیق تھا۔ مصنف ممدوح نے موجودہ وقت کی بڑی ضرورت

کو پورا کر دیا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ہے جو کاغذ کی موجودہ گرانی کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔ میں دُعا گو ہوں۔ کہ ممدوح کو خداوند عالم صحت و عافیت کے ساتھ حیات طویلہ عطا فرما کر اشاعت اسلام اور دین کے مسائل کی تحقیق نیز اپنی جملہ مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اعزاز علی غفر لہ ۴ رجب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا سید احمد علی سعید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق نائب مفتی دارالعلوم دیوبند)

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ) نے رسالہ الکلام الحاوی کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ صحیح و صواب ہے۔ مصنف نے جس تحقیق اور تدقیق سے کام لیا ہے۔ وہ قابل داد ہے۔ اور ضرورت تھی۔ کہ تحقیق اور وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ منظر عام پر آئے اور عام و خاص اس سے مستفید ہوں۔ فقط۔

سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۵ رجب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند)

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحب) مدظلہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح اور صواب ہے۔

احقر مسعود احمد عفا اللہ عنہٗ (دارالعلوم دیوبند)

الاستاذ المکرم حضرت مولانا عبد القدیر صاحب دامت برکاتہم کی بھی طویل علمی تقریظ موصول ہوئی جس میں لفظی اغلاط کے علاوہ عربی میں انکی ایک عبارت تھی ہم نے اختصاراً اس کو درج نہیں کیا حضرت کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ کہ اصل میں بندہ آپ کے ساتھ متفق ہے۔

عبد القدیر از ڈابھیل۔

دیباچہ

طبعِ دوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امــا بعــد !

راقم اثیم کو اِس بڑھاپے میں بھی تصنیف و تالیف میں کوئی کمال حاصل نہیں جو کچھ ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور مخلص بزرگوں اور دوستوں کی مستجابات دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مگر یہ پیشِ نظر کتاب راقم اثیم کی بالکل ابتدائی تالیف ہے جس وقت اس سلسلہ کی کوئی شُدھ بدھ نہ تھی اس لیے اس میں لفظی اور معنوی اغلاط کا ہونا کوئی مستبعد بات نہیں ہے نیز مضامین میں ربط اور سلاست بھی مفقود نظر آئے گی عبارت کا ترجمہ بھی قدرے آزاد معلوم ہوگا اور بعض مقامات پر اُردو ادب کی خامیاں بھی نمایاں نظر آئیں گی اور بعض غیر متعلق ابحاث کی بلا ضرورت تفصیل بھی دکھائی دے گی اور بعض حوالے اور خصوصاً بعض مصنفین حضرات کے سنین وفات وغیرہ مکرر بھی نظر آئیں گے غرضیکہ ناتجربہ کاری کی بہت سی کمزوریاں پڑھنے والوں پر نمایاں ہوں گی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اتنا وقت میسّر نہیں کہ اس کی از سرِ نو ترتیب دی جائے یا پوری طرح سے اس کی اصلاح ہی کی جا سکے سردست بجز سرسری نظرِ ثانی کے اور بعض بعض مقامات میں حذف و اضافہ اور اصلاح کے اور کچھ نہیں کیا جا سکا اس لیے ان تمام خامیوں سے صرف نظر کر کے اس کا مطالعہ بفضلہٖ تعالیٰ علماء کرام اور طلبہ

علماء کے لیے اور نیز دین کا ذوق رکھنے والے تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی بیحد مفید ہو گا اور کئی باتیں باحوالہ کھل کر سامنے آئیں گی اور بہت سے مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھیں گی اور ٹھوس حوالوں کے شہ پارے مزید علمی معلومات کا ذریعہ قرار پائیں گے راقم اثیم ان حضرات کا بے حد شکر گزار ہو گا جو علمی کوتاہیوں کی نشاندہی کریں گے۔ کئی مخلص ساتھیوں کے شدید تقاضا کے تحت یہ کتاب طبع کرائی جا رہی ہے اور اس وقت اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کہ حکومت پاکستان نے شرعی طور پر زکوٰۃ کے نفاذ کا بیڑا اٹھایا ہے اور پاکستان میں سادات بھی بکثرت آباد ہیں تو انشاء اللہ العزیز یہ کتاب حکومت اور عوام سب کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہے تاکہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کو اسی طریق سے ادا کریں اور وصول کریں جس طریقہ سے شریعت نے حد بندی کی ہے تاکہ زکوٰۃ وغیرہ دینے والوں کا ذمہ بھی فارغ ہو سکے اور لینے والے بھی حرامخوری سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ سب کو صحیح دین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین. وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ ومن تبعہ الی یوم الدین۔

احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ - ۱۴ مئی ۱۹۸۰ء)

دیباچہ

طبع اوّل

الحمدللہ تعالیٰ کہ جس مسئلہ کے متعلق عرصۂ دراز سے عوام الناس ہی کو نہیں بلکہ بعض جید علماء کرام کو بھی غلط فہمی رہی اس رسالہ الموسومہ بہ الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی میں اس کو واضح اور صریح حوالوں کے ساتھ باحسن وجوہ روشن کر دیا گیا ہے صحیح احادیث، معتبر کتب تفاسیر، حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور جمہور سلفؒ و خلفؒ اور کتب فقہ مذاہب حضرات ائمہ اربعہؒ اور کتب اہل الظاہر اور غیر مقلدین حضرات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کو صدقات واجبہ لینے اور ان کو دینے ناجائز ہیں اور اسی طرح بعض سادات آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے اور نہ کوئی سید عامل بن کر زکوٰۃ کی مد سے بطور اجرت کچھ لے سکتا ہے ہاں نفلی صدقات اور قربانی کا چمڑا وغیرہ ان کے لیے جائز ہے اس کے علاوہ سادات کی تفسیر کہ وہ کون حضرات ہیں؟ نیز اہل بیت کی تشریح اور ان سے صحیح معنی میں محبت رکھنے والے اور ان کے ساتھ دغا کرنے والوں کا نیز حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا اور شہید کرنے والوں کا اور حضرات ائمہ اربعہؒ کا مختصر علمی تعارف بھی اس رسالہ میں کیا گیا ہے وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

محمد سرفراز خان صفدر ولد نور احمد خان مرحوم دسواتی

ہزاروی، سرحدی (فاضل دیوبند) خطیب جامع مسجد گکھڑ

۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد

سبب تالیف

نزلوا بمکۃ فی قبائل نوفل ۔ ونزلت بالبیداء ابعد منزل

دنیا میں کوئی کام نہیں جس کا کوئی نہ کوئی سبب نہ ہو ۔ بغیر سبب و علت کے نہ تو کوئی سفر کرتا ہے نہ نقل و حرکت اگر چارپائی پر آرام سے لیٹتا ہے تو بھی کوئی وجہ ہوتی ہے کہ بیمار ہے یا تھکاوٹ دُور کرنا مقصود ہے ۔ یا غلبۂ نیند ہے یا کوئی اور وجہ ۔ بغیر کسی محرک کے دنیا کا کوئی کام نہیں ہوتا یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے ۔

میری اس مختصر سی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ میں[1] ۲۴ ؍ جولائی ۱۹۴۲ء

---

[1] دوسرا سبب یہ ہے جو میری اس تصنیف کا زیادہ محرک ہے کہ میری پھوپھی صاحبہ مرحومہ بڑی ہمشیرہ صاحبہ سادات کے گھر میں ہیں ۔ میں جب کبھی جاتا ہوں تو ان میں سے بعض کی کاروائی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی تمام زکوٰۃ اور عشر و صدقۂ فطر و کفارۂ قسم و نذر وغیرہ سیدوں کو کھلاتے ہیں اور دیتے ہیں اور ان کو دینا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں مجھے وہاں کے بعض علماء کی ان بے عنوانیوں اور بے اعتدالیوں سے بہت ہی شکایت ہے کہ دوران قرآن اور حیلہ اسقاط کے لیے تو متروک و مردود قول بھی تلاش کر لیتے ہیں اور جوازِ انتفاع بالمرہون وغیرہ کے لیے ایسی ایسی ناجائز تاویلات کرتے ہیں جو یہود کی تاویلات کو بھی شرما دیتی ہیں اور یہ مسئلہ جو حضرات ائمہ اربعہؒ و اہل ظاہر وغیر مقلدین بلکہ جمہور اہل اسلام کا متفق علیہ ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ ان میں سے بعض باوجود دعوے کے ہم سید ہیں زکوٰۃ وغیرہ اپنے سید بھائیوں کو دیتے ہیں یا تو اس مسئلہ پر بھی پردہ ڈالتے ہیں ۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مسائل حقہ ان کی تقریباً اٹھارہ گز دستار میں لپٹے ہوئے

باقی صفحہ ۱۴ پر

کو مقام گکھڑ سے ایک ماہ کی چھٹی لے کر بعض مخلص احبہ (جناب حکیم فضل داد خاں عباسی و جناب مولانا محمد عسکری فاضل دیوبند) کے اسرار پر کوہ مری گیا وہاں میرا پہنچنا ہی تھا کہ بعض مقامی مشہور مسائل میرے سامنے پیش ہو گئے جن میں سے بعض تو ایسے لچر پوچ تھے کہ جن کی نسبت کسی ذی علم کی طرف نہایت قبیح ہے۔ میرا پہلے ارادہ تھا کہ اسی سبب تالیف میں بعض کا رد کر دوں مگر چند اہم وجوہ کی بنا پر ان کو یہاں نہیں لکھ سکتا۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر زندگی نے ساتھ دیا تو ان کے لیے بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ (الحمد للہ تعالیٰ کہ اب ان میں سے بیشتر مسائل مختلف کتابوں میں آ چکے ہیں)

عجیب بات تو یہ ہے کہ ان ناجائز مسائل پر اڑنے والے اکثر ائمہ مساجد ہیں ان صوفی نما غارت گروں اور گندم نما جو فروشوں نے عام سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

بقیہ حاشیہ

پوشیدہ رہتے ہیں یا ان غریبوں کو یہ عبارات دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی ان علماء میں سے ایک آدمی سمجھ دار اور منصف مزاج اور حق گو بھی تھے مگر ع ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد، مشہور مثال ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

اغلب ہے کہ میری یہ مختصر سی تصنیف ان کے لیے پیغام موت کے مترادف ہوگی اور جہلا کو پھانسنے کی بے شمار راہیں نکالیں گے لیکن میں بلا خوف لومۃ لائم کہتا ہوں کہ ع بذی الغباوۃ من انشاد ها ضرر۔ کما تضر ریاح الورد بالجعل

اگر مجھے خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو ان مسائل پر بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا جن کے پردے میں وہ اپنے قاضی (پیٹ) کو راضی کرتے ہیں اور جب میں کامیاب ہو گیا تو ببانگ دہل ان سے کہہ دوں گا۔ ع

بگوش ہوش سنو ہم سنائے دیتے ہیں
جو کچھ حجاب ہے وہ بھی اٹھائے دیتے ہیں

جہالت کی فراوانی نے علم کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اب اگر کوئی حق کی آواز سنائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے تخاطب ہے۔ مذہبی اصول اس طرح ضائع کر دیئے گئے ہیں کہ جس طرح کسی زمانہ میں مسلمانوں نے دنیا سے جہالت کو نکالا تھا کفر و شرک کو مٹایا تھا۔ بد رسوم اور بدعات کا خاتمہ کیا تھا۔

منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی تھا جس کے بارے ہم میں کہ بنی ہاشم (سادات) کو زکوٰۃ لینی جائز ہے۔ اور وہاں کے ایک بہت بڑے امام مسجد نے (جو وہاں کے علاقہ میں مانے ہوئے ہیں اور سب ائمہ مساجد کے سردار ہیں) ایک حواری کو ایک رقعہ دیا کہ جا کر راقم الحروف کو بتلاؤ کہ ہم عباسی ہیں اور ہمارے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے دیکھو نہر الفائق اور جامع الرموز اور انواع مولوی عبداللہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ احقر نے وہاں جو کتب حدیث و فقہ دستیاب ہو سکیں ان کی طرف مراجعت کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف اور فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیری وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ تو ان میں لکھا تھا کہ بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ و صدقات جائز نہیں البتہ نور الایضاح میں لکھا تھا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جواز کے قائل ہیں۔ احقر کو کچھ شبہ سا پڑ گیا جب میں واپس اپنی جائے رہائش مقام گکھڑ ضلع گوجرانوالہ آیا تو بعض علماء سے پوچھا کہ کیا امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں تو انہوں نے بھی کہہ دیا کہ ہاں امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں میں نے جب امام طحاویؒ کی مشہور تصنیف شرح معانی الآثار دیکھی تو مجھے وہ مطلب جو وہ علمائے کرام بیان فرما رہے تھے سمجھ نہ آیا بلکہ یہی سمجھ آیا کہ امام طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل ہیں چنانچہ میں نے جب اپنے دلائل پیش کئے تو بعض علماء نے وہ باب جو امام طحاویؒ نے صدقات علیٰ بنی ہاشم پر قائم کیا ہے۔ دوبارہ اور سہ بارہ دیکھا بعض نے تو سکوت اختیار کیا اور بعض کہا کہ جیسا یہ عبارت ہے اس سے تو وہی مطلب سمجھا جاتا ہے۔ جس کو تم (یعنی احقر راقم الحروف) سمجھے ہو مگر چونکہ ہم نے اپنے اساتذہ سے اور فلاں فلاں عالم سے

سے سنا ہے۔ کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں اس لیے ممکن ہے کہ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ صحیح ہو اور اس میں یہ عبارت صحیح لکھی گئی ہو۔ پھر احقر کو شبہ پڑا اور متعدد مطابع کے چھپے ہوئے نسخے جو میسر ہو سکے دیکھے مگر وہی عبارت ملی مطلب حل نہ ہو۔ اور اس کے لیے ایک لمبا سفر دارالعلوم دیوبند کا احقر نے اختیار کیا وہاں بعض علماء سے مراجعت کی اور بعض کتب جو میسر ہو سکیں ان سے ضروری ضروری اقتباسات جو ہدیۂ ناظرین ہوں گے لکھ کر لایا کچھ کتب گوجرانوالہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۹ھ) کے کتب خانہ سے میسر ہوئیں۔ وہ علماء کرام جن سے مجھے اس مسئلہ میں مدد ملی بعض یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مولوی عبدالواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ۔ ۲۔ جناب استاذی و سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔ ۳۔ اور جناب استاذی مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحبؒ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

اس تصنیف سے مراد محض دین کا ایک صحیح مسئلہ پیش کرنا ہے تاکہ صدقات دینے والے بھی احتیاط کریں اور لینے والے بھی کیونکہ شریعت وہی ہے جو آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش کی اور حضرات صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعینؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ دینؒ نے اس کو مخلوق خدا تک پہنچایا۔ ہم اپنی طرف سے کسی چیز کو جائز و ناجائز نہیں کر سکتے۔ اور نہ یہ حق کسی مخلوق کو حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو میرے لیے بھی اور سب حضرات کے لیے بھی جو اس سے متمتع ہوں باعثِ اجر بنائے۔ اگر میرے اس رسالے میں کوئی چیز خلافِ حق نظر آئے تو میں اس صاحب کا بڑا مشکور ہوں گا جو مجھے آگاہ کرے اور مجھے اس کے صحیح کر لینے میں کوئی بھی عذر نہ ہوگا۔ فرحم اللہ امرأ انصف ولم یتعسف۔

نیز یہ گذارش ہے کہ اس رسالہ میں جو اعتراض کسی موقع پر ذہن میں پیدا ہو تو اس کو لکھ کر پاس رکھ لیں امید ہے کہ اسی رسالہ کے کسی دوسرے مقام سے حل ہو جائے گا۔ ورنہ علماء سے دریافت کر لیں۔ ربنا ارنا الحق حقا۔ والباطل باطلا۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

بندۂ ناچیز

محمد سرفراز خان صفدر ہزاروی سرحدی (فاضل دیوبند)

خطیب جامع مسجد گکھڑ (پنجاب)

(۲۵ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ خصوصًا علی سید الانس والجن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و اصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔ اللّٰھم لا تجعلنی ممن قیل فیہ من لم یعرف الفقہ فقد صنف فیہ کتابا۔ علیک اتوکل وبک استعین فانک ولی التوفیق وطعم المعین ٥

میری اس مختصر سی تصنیف کے چھ باب ہوں گے پھر خاتمہ اور آخر میں ضمیمہ۔ پہلا باب زکوٰۃ کا لغوی معنٰی وتاریخ فرضیت زکوٰۃ ہیں۔ دوسرا باب قرآن کریم سے مصارف زکوٰۃ وتفاسیر معتبرہ سے حل مطلب ہیں۔ تیسرا باب احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام سے استدلال۔ چوتھا باب شروح حدیث سے استدلال۔ پانچواں باب کتب فقہ وفتاویٰ سے ثبوت۔ چھٹا باب امام طحاوی کی عبارت کا مطلب اور حل۔ خاتمہ۔ نذر عشر اور صدقہ فطر وغیرہ کا معنی اور ان کے ضروری احکام اور اخر میں ضمیمہ ہے۔ پہلے باب کو مقدمہ سمجھ لیں۔ باقی پانچ مقاصد کے ہیں اور آخر میں خاتمہ ہے اور پھر اس کے بعد ٹھوس معلومات پر مشتمل ضمیمہ ہے۔

پہلا باب

لغت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور طہارت کے ہیں

ففی النووی للعلامۃ ابی زکریا شرف الدین النووی المتوفی سنۃ ۶۷۶ھ جلد ۱ ص۳۱۵ الزکوٰۃ فی اللغۃ النماء والتطہیر فالمال ینمی بہا من حیث لا یریٰ وھی مطھرۃ لمؤدیہا من الذنوب وقیل ینمی اجرھا عند اللہ وسمیت فی الشرع زکاۃ لوجود المعنی اللغوی فیہا وقیل لانہا تزکی صاحبہا وتشہد بصحۃ ایمانہ کما قال علیہ السلام الصدقۃ برھان وسمیت صدقۃ لانہا دلیل لتصدیق صاحبہا وصحۃ ایمانہ بظاہرہ وباطنہ انتہی وفی فتح الملہم جلد ۳ ص۱ لعلامۃ العصر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بعد ما نقل کلام النووی ولہا

چنانچہ امام نوویؒ شافعی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا معنی لُغت میں بڑھ جانے اور پاک کرنے کے آتا ہے پس مال بسبب زکوٰۃ ادا کرنے کے بڑھ جاتا ہے جو ظاہر میں محسوس نہیں ہوتا اور پاک کر دیتا ہے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو گناہوں سے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا اجر خدا تعالےٰ کے بڑھ جاتا ہے اور شریعت میں بھی اسی لغوی معنی کی مناسبت سے لیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مال زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے والے کی صفائی پیش کرتا ہے۔ اور گواہی دیتا ہے اس کے ایمان کے صحیح ہونے پر جیسا کہ فرمایا گیا صدقہ بُرہان (دلیل) ہے اور اس لیے صدقہ بھی کہتے ہیں کہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ ظاہراً وباطناً۔ انتہی ـــــ علامہ شبیر احمد صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے اور بھی معانی آتے

معان اُخر البرکۃ یقال زکت البقعۃ	ہیں مثلاً برکت کہا جاتا فلاں حصۂ زمین بڑا متبرک
اذا بورک فیہا۔ والمدح یقال زکی	ہے۔ اور مدح اور تعریف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا
نفسہ اذا مدحہا والثناء الجمیل	ہے اور صفائی کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ سب معانی شرعی معنی
یقال زکی الشاہد اذا اثنی علیہ	میں موجود ہیں دمال میں برکت بھی ہوتی ہے دینے والا
وکلہا توجد فی المعنی الشرعی الخ	قابل تعریف بھی ہوتا ہے اور اس کی ظاہری وباطنی صفائی بھی ہوجاتی ہے

اور اس کا شرعی معنی علماء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کے نزدیک جیسا کہ فتح الملہم جلد ۳ صا میں در المختار سے نقل کیا ہے یہ ہے۔

تملیک جزء معین من مسلم فقیر	مال کی ایک خاص جزء کا مسلمان محتاج کو جو
غیر ہاشمی ولا مولاہ مع قطع	سید نہ ہو اور اس کا غلام بھی نہ ہو مالک بنا دینا
المنفعۃ عن المملک من کل جہۃ	اور مالک بنانے والے کا اس میں کوئی بھی نفع
للہ تعالیٰ انتہی۔	باقی نہ رہے بغیر رضا الٰہی کے۔

سن فرضیت

رہا زکوٰۃ کی فرضیت کا سال تو اس میں علماء تاریخ اور محدثین کا اختلاف ہے کہ آیا زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی یا مدینہ میں ہم چونکہ اپنے اس رسالہ کو بہت ہی مختصر کرنا چاہتے ہیں اس لیے مختصر مگر کام کی بات لکھ دیتے ہیں حضرات محدثینؒ اور ارباب تاریخ کا خیال ہے کہ زکوٰۃ مدینہ میں ہجرت کے بعد فرض ہوئی ان میں سے ایک امام نوویؒ ہیں اور اسی کے قائل ہیں علامہ ابن الاثیر الجزریؒ المتوفی سنہ ۶۳۰ھ جو مشہور مؤرخ بھی ہیں) اور جو روایت ان بزرگوں نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے (ثعلبہ بن حاطب والی) فتح الملہم جلد ۳ صا میں اس پر کلام کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدیث ضعیف لا یحتج بہ انتہی یہ ضعیف حدیث ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی دوسرا گروہ مثلاً حافظ ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر قرشی دمشقی شافعیؒ المتوفی سنہ ۷۷۴ھ

وغیرہ فرماتے ہیں کہ نفس زکوٰۃ تو مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی مگر نصاب مدینہ منورہ میں نازل ہوا چنانچہ مفسر موصوف سورۃ مزمل اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ آلایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں جلد ۴ ص ۴۳۹

وھذا یدل لمن قال بان فرض الزکوٰۃ نزل بمکۃ لکن مقادیر النصب والمخرج لم تبین الا بالمدینۃ ۔	اس میں صاف دلیل ہے ان کے لیے جو کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں نازل ہوئی کیونکہ سورۃ مزمل سب مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ موجود ہے اور اس کا نصاب مدینہ میں نازل ہوا۔

اور اس کے دلائل اور بھی ہیں مثلاً

۱۔ تو یہ کہ جو گروہ مدینے میں فرض مانتا ہے وہ ۸ھ میں فرض کہتا ہے اور ۹ھ میں عاملین زکوٰۃ کے تقرر کا قائل ہے۔ حالانکہ سورۃ المؤمنون۔ سورۃ النمل اور سورۃ لقمان وغیرہا مکی سورتیں ہیں اور ان تمام میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے اور کوئی مجبوری نہیں کہ لفظ زکوٰۃ کو اس کے شرعی معنیٰ سے پھیر کر کوئی اور معنی لیا جائے ۔

۲۔ حضرت ابو سفیانؓ اسلام سے پہلے ۶ھ میں قیصر روم کی ملاقات کرتے ہیں اور دوران تقریر میں فرماتے ہیں بخاری جلد ۱ ص ۱۸۷ فقال یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الخ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں حکم کرتے ہیں نماز اور زکوٰۃ کا الخ

۳۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰۲ عن جریر بن عبد اللہ البجلیؓ کہ جب حضرت جعفر طیارؓ نے دربار نجاشی میں تقریر کی تو اس میں یہ بھی فرمایا یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الخ حالانکہ مہاجرین حبشہ ۵ھ نبوت کو وہاں گئے تھے تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ نفس زکوٰۃ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکا تھا۔

فائدہ : حضرت جعفرؓ کی اس روایت میں جس نماز کا ذکر ہے اس سے صلوٰت خمسہ مراد نہیں کیونکہ ان کی فرضیت بعد کو ہوئی بلکہ اس سے نفلی نماز مراد ہے ۔

(وکذا الصوم) جو ابتدائے اسلام ہی سے شروع تھی۔

۴۔ جن مکی سورتوں میں زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے تو بغیر کسی تاویل کے صحیح ہوگا۔ اور اگر مدینہ میں فرضیت ہو جیسا کہ طائفہ اولیٰ کا خیال ہے تو تاویل کرنی پڑے گی کہ زکوٰۃ سے تزکیۂ نفس وغیرہ مراد ہے تو جب بلا تکلف مطلب بن سکتا ہے تو تاویل کی کیا ضرورت ہے، وھو الحق ۔

مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کے نصاب سے پہلے جتنا کسی کی طاقت ہوتی دے دیتے یا جو بھی ضرورت سے زائد ہوتا دے دیتے ۔ جیسا کہ بخاری مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مقدار نازل ہونے سے پہلے سب کچھ صرف کر دینے کا حکم تھا ۔

فائدہ ۔ پہلی امتوں پر بھی زکوٰۃ تھی ۔

۱۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ۔ الآیۃ ۔ ۲۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قصہ قرآن نے نقل کیا ہے وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الآیۃ (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الآیۃ

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر جانوروں اور پیداوار زمین پر عُشر تھا۔ احبار ۲۷ ۔ ۳۰ ۔ ۳۱ اور مقدار آدھا مثقال مفہوم ہوتی ہے ۔ خروج ۳۰ ۔ ۱۳ ۔ ۱۵ ۔

یہ مال غریبوں پر اور بیت المقدس کی درستی پر صرف ہوتا ہے ۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون خیرات ۔

دوسرا باب

قرآن کریم میں جہاں اکٹھے مصارف بیان کئے گئے ہیں وہ یہ آیت کریمہ ہے اور اس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی (المتوفی سنہ ۱۲۳۰ھ) سے نقل کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ آلاٰیۃ

سوائے اس کے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے
اور محتاجوں کے اور عمل کرنے والوں کے اوپر تحصیل اس کی کے
اور جن کو کہ الفت دلائی جاتی ہے دل ان کے اور بیچ آزاد
کرنے گردنوں کے اور قرضداروں کو اور بیچ راہ اللہ کے اور مسافر کو الخ

اور شاہ صاحب موصوفؒ فرماتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو وہ مفلس[۱] ہے گو کہ حاجت چلی جاوے (چلتی رہے) جیسے کہ ہر روز کے محنتی اور محتاج[۲] جن کی حاجت بند ہو اور اس[۳] کام پر جانے والے زکوٰۃ کے عامل مہینہ (ماہواری تنخواہ) پاویں موافق خرچ کے وہ[۴] دل جس کا پرچانا ہے (الفت دلانی ہے) کہ وہ لوگ تھے کہ طمع پر مسلمان ہوئے اب علماء ان کو نہیں گنتے اور گردن چھڑانے غلام کی آزادی (شرعی غلام جو اب اکثر دنیا میں مفقود ہے) یا قیدی کی اور تاوان[۶] والا جو قرضدار ہو اگرچہ مالدار ہو پر قرض کے برابر نہ رکھتا ہو۔ اور اللہ کی راہ یعنی جہاد کا خرچ اور مسافر جو بے خرچ ہو اگرچہ گھر میں سب کچھ موجود رہتا ہو۔ انتہیٰ۔ یہ آٹھ قسم کے مصارف ہیں لیکن مؤلفۃ القلوب کا حکم اب نہیں جیسا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے [؟] میں تصریح کی ہے۔ اور حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۶۲ھ) تفسیر بیان القرآن جلد ۴ ص ۱۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں اجماع[1] ہوچکا ہے کہ مؤلفۃ القلوب اب مستحق نہیں۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم والبوالشیخ والبخاری فی تاریخہ عن ابن جبیر والشعبی وعبیدۃ السلمانی رحمہم اللہ کذا فی الدر المنثور (وفی اصول کرخی ص قلنا انتسخ ذلک باجماع الصحابۃ انتہیٰ۔ ہم کہتے ہیں کہ اجماع صحابہ ہوچکا ہے اس کے نسخ پر) اور مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مسلم اسلام اور قدر نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیۃ کا مالک وقابض ہونا سب میں شرط ہے۔ بجز عاملین ومحصلین زکوٰۃ کے جو کہ سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ہوں کہ ان کو باوجود غنی ہونے کے بھی اسی زکوٰۃ سے بطور اجرت کے دینا جائز ہے۔

مسئلہ:- بنی ہاشم (سید) میں سے نہ ہونا تمام اصناف میں شرط ہے انتہیٰ بقدر الحاجۃ۔

فائدہ:- نور الایضاح ص ۱۸۸ (مولفہ حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی (شبرا بلولا قریۃ

---

[1] اجماع صحابہؓ کا حجت ہونا یہ ایک مستقل بحث ہے مگر ہم چند اشارے کر دیتے ہیں منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۱ ص ۲۵۶ وازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۱۶۔ وفتح الباری جلد ۵ ص ۱۱۹ واعلام الموقعین جلد ۱ ص ۶۷ وبدائع الفوائد جلد ۴ ص ۷۷ وطبقات سبکی جلد ۱ ص ۲۶۲ وعمدۃ القاری جلد ۳ ص ۲۲۳۔ وکتاب العلم لابن عبدالبر جلد ۲ ص ۸۳۔ والاحکام للعلامۃ آمدی جلد ۱ ص ۱۴۰ وسیر من رائی لاالحدیث ج ۲ ص ۴۵ ملاحظہ کریں۔ فتلک عشرۃ کاملۃ۔ واللفظ لابن حجر فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۶۶۔ ان اھل السنۃ والجماعۃ متفقون علی ان اجماع الصحابۃ حجۃ۔ سب اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع حجت ہے اور نیز ان کتابوں میں سے بعض میں یہ تصریح موجود ہے کہ اقوال صحابہ کرام جب کہ ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں حجت ہیں۔ ۱۲

من قری المصر المتوفی ۱۰۶۹ھ میں ہے۔

فرضت (ای الزکوٰۃ) علی حر[1] مسلم[2] مکلف[3] مالک[4] لنصاب من نقد ولو تبرًا او حلیًا او آنیۃ او ما یساوی قیمتہ من عروض تجارۃ فارغ عن الدین وعن حاجتہ الاصلیۃ نامٍ ولو تقدیرًا وشرط وجوبہا حولان الحول علی النصاب الاصلی

زکوٰۃ فرض ہے مسلمان پر آزاد پر (جو شرعی آزاد ہو غلام و لونڈی نہ ہو) بالغ پر جو نصاب کا مالک ہو نقدی ہو یا سونے کا ٹکڑا ہو یا چاندی کا یا ان دونوں کے زیورات ہوں یا برتن یا سامان تجارت ہو جو نصاب کی قیمت کے مساوی ہو جو قرض سے بھی فارغ ہو اور حاجت اصلیہ سے بھی فارغ ہو اور بڑھنے والا ہو اگرچہ تقدیرًا اور اس کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ اصلی مال پر سال گذر جائے۔

مسئلہ:۔ سونا ساڑھے سات تولے ہو یا اسی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مسئلہ:۔ چاندی ساڑھے باون تولے یا اتنی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مسئلہ:۔ اگر ایک کا نصاب اتنا نہ ہو مثلاً ساڑھے سات تولے سونا نہیں کچھ کم ہے اور ساڑھے باون تولے چاندی نہیں کم ہے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں اگر دونوں مل ملا کر ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار کو پہنچ جاویں تو زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اگر مل ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچتے تو زکوٰۃ فرض نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر کچھ سونا کچھ چاندی کچھ سامانِ تجارت ہے، تو سب کو ملا کر ایک کا نصاب پورا کریں گے۔ اگر سب ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

نوٹ:۔ یہ کہہ دینا کہ جی سونا تو بہت مہنگا ہے۔ مثلاً ۸۴[1] روپے تولہ اور چاندی سستی تو اگر ہم نے سونے کا نصاب پورا کرنا ہو تو بسا اوقات نہیں

---

[1] جب یہ کتاب لکھی گئی تھی اُس وقت سونے کا یہ بھاؤ تھا اب تو سونے کی قیمت تقریبًا دو ہزار روپیہ فی تولہ ہے ۱۲۔

پورا ہوتا۔ اور چاندی کا لحاظ کریں تو بن جاتا ہے تو شریعت نے یہ حکم کیوں دیا حالانکہ سونا بہت قیمتی ہے چاندی اتنی قیمتی نہیں تو اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ ہم شریعت کے ہر حکم کی علت و لم سمجھنے سے قاصر ہیں ہزاروں حکم جن کی ہمیں علت نہیں سمجھ آتی مگر کرتے ہیں اس کو بھی یونہی کریں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فقراً کا لحاظ کیا ہے تو اگر سونے کا نصاب نہیں بن سکتا تو چاندی کا بن جاوے گا جس میں فقراً کے لیے ان کا حصّہ نکل آوے گا۔

ہدایہ اولین ص۱۷۵ میں ہے ویقومها بما هو انفع للمساكين احتياطاً لحق الفقراء۔ یعنی سونے اور چاندی میں سے اس کا نصاب بنائے جس میں فقراء کا نفع ہو تو جب چاندی سستی ہے تو وہی انفع ہوگی کیونکہ اس میں نصاب زکوٰۃ کا ہو جائے گا بخلاف سونے کے کہ اس کا نصاب نہیں بنے گا۔

مسئلہ :۔ زکوٰۃ میں چالیسواں حصّہ دینا فرض ہوتا ہے تو ساڑھے سات تولے سونے کا چالیسواں حصّہ تقریباً دو ماشے ڈھائی رتی سونا ہوگا۔ اور چاندی ساڑھے باون تولے کا چالیسواں حصّہ تقریباً ایک تولہ چار ماشہ ایک رتی ہوگا۔

مسئلہ :۔ زکوٰۃ میں سونا چاندی دیں یا ان کی قیمت دیں دونوں جائز ہیں عند الحنفیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رجع الحدیث

احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۳۱ میں امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ (المتوفی ۳۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

قال اصحابنا من تحرم عليهم	ہمارے حنفی بزرگوں نے کہا ہے کہ جن پر صدقات
الصدقة منهم آل العباسؓ	حرام ہیں وہ یہ ہیں اہل عباسؓ، اہل علیؓ
وآل علیؓ وآل جعفرؓ وولد	اہل جعفرؓ و اہل حارث سب کے سب اور امام

الحارث بن عبد المطلب جميعاً
وحكى الطحاوي عنهم (اى اصحابنا)
انه روى عن ابي حنيفة وليس
بالمشهور ان فقراء بني هاشم
يدخلون في اية الصدقات و
قال ابو يوسفؒ ومحمد لا يدخلون
الى ان قال و روى ابن سماعةؒ عن
ابي يوسفؒ ان الزكوٰة من بني
هاشم تحل لبني هاشم
ولا تحل من غيرهم لهم
وقال مالكؒ لا تحل الزكوٰة لآل
محمد صلى الله عليه وسلم
والتطوع يحل - وقال الشافعيؒ
تحرم صدقة التطوع على
بني هاشم - والدليل على
ان الصدقة المفروضة محرمة
على بني هاشم - حديث ابن
عباسؓ ماخصنا الحديث وفيه
وان لا ناكل الصدقة وحديث
التمرة قال عليه السلام لولا اني
خشيت انها من الصدقة

طحاوی نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے
کہ فقراء سادات پر صدقات جائز ہیں لیکن یہ روایت
امام ابو حنیفہؒ سے غیر مشہور ہے (مشہور روایت
امام ابو حنیفہؒ کی یہی ہے کہ بنو ہاشم پر صدقات جائز نہیں
اگرچہ فقیر ہوں وھو المفتی بہ) اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ
فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ جائز نہیں روایۃً واحدۃً
ابو یوسفؒ سے محمدؒ بن سماعہؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض
بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں لیکن غیر بنی ہاشم
کی زکوٰۃ ان کو روا نہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل کے لیے صدقہ
واجبہ جائز نہیں نفلی جائز ہے - اور امام شافعیؒ فرماتے
ہیں کہ نفلی بھی بنو ہاشم پر حرام ہے - اور اس بات
کی دلیل کہ حضور کی آل پر صدقۂ مفروضہ حرام ہے
حضرت ابن عباسؓ کی حدیث (کسی نے سوال کیا کہ
کیا حضورؐ نے اہل بیت کو کوئی خاص کی وصیت
یا احکام کا حکم دیا جس طرح کہ شیعہ شنیعہ کا خیال ہے
کہ حضرت علیؓ کو خلافت کا وصی بنایا) کہ ہمیں
کوئی خاص حکم نہیں دیا مگر یہ کہ ہم لوگوں کے صدقات
نہ کھائیں - الحدیث اور حضورؐ کو ایک کھجور ملی تو فرمایا
کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں اٹھا کر کھا
لیتا (نیز حضرت حسنؓ یا حسینؓ نے ایک کھجور منہ میں ڈال

لَا كلتها۔ او كما قال فثبت بهذه الاخبار تحريم الصدقة المفروضة عليهم انتهى۔

لی تو حضور نے فرمایا کہ ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں پھینک (دو) تو ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صدقہ مفروضہ اہل النبی علیہ السلام کے لیے جائز نہیں ہے۔

فائدہ :۔ امام طحاویؒ نے جو امام ابوحنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے اس کو لیس بمشہور کہا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ آئندہ بحث نزاع میں کام آئیگی۔

اور روح المعانی جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸ طبع مصر (علامہ سید محمودؒ آلوسی الحنفی مفتی بغداد (المتوفی سنہ ۱۲۷۰ھ)[1] میں لکھتے ہیں

ومن هنا قالوا لا تحل العمالة لهاشمي لشرفه وتحل للغني الى ان قال والتحقيق ان لهذا العمل شبها بالاجرة فيجوز للغني وشبها بالصدقة فيحرم على الهاشمي الى ان قال وصرح في الغاية (اسم کتاب) بعدم صحة كون العامل هاشميًّا

اسی لیے حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ سید کو عامل زکوٰۃ (جو آدمی سلطان الاسلام کی طرف سے زکوٰۃ اکٹھا کرنے پر مامور ہو) بننا جائز نہیں اور غنی کو جائز ہے۔ اور اس میں تحقیق یوں ہے کہ اس فعل کو مشابہت ہے من وجہ ساتھ اجرت کے تو اس وجہ سے غنی کے لیے جائز ہے اور مشابہت ہے من وجہ صدقہ سے تو ہاشمی پر حرام ہے اور غایۃ میں تصریح کی ہے کہ عامل ہاشمی نہ ہو۔

ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ میں حافظ عماد الدینؒ (المتوفی سنہ ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں۔

---

[1] صاحب موصوف میرے چار واسطوں سے استاد بنتے ہیں۔ میں نے مولانا عبدالقدیر صاحب کیمبلپوری سابق صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ سے پڑھا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب للشیخ بنوریؒ ص ۱۷ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ نے شیخ محمد اسحٰق کشمیریؒ سے اور انہوں نے شیخ نعمانیؒ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد سید محمود آلوسیؒ سے پڑھا۔ فللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ۔

ولا يجوز ان يكونوا من اقرباء رسول الله صلى الله عليه وسلّم الذين تحرم عليهم الصدقة لما ثبت فى صحيح مسلم

اور جائز نہیں کہ مصرف صدقات وہ آل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جن پر صدقہ حرام ہے جیسا کہ مسلم کی صحیح حدیث میں منع آیا ہے۔

اور تفسیر احمدی مطبع علیمی دہلی لملا جیون (المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ) ص ۲۰۵ میں ہے۔

لما كان فيها شبه الصدقة لا تاخذها عامل هاشمي تنزيها لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شبهة الوسخ الى ان قال ولا يدفع الى بنى هاشم ولا الى مواليهم۔

جب کہ اس عمالہ میں شبہ ہے صدقہ کا تو سید عامل نہیں لے سکتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی قرابت کو میل کچیل کی چیز سے بچانا ضروری ہے۔ اور نہیں جائز کہ زکوٰۃ بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو دی جائے۔

یہاں تک مختصر سا حصہ تفاسیر کا جو بندۂ ناچیز کو میسّر ہو سکیں لکھا۔ اب احادیث پیش ہوں گی۔

باب سوم

۱۔ حضرت امام بخاریؒ (ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ)[1] نے صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۰۱ میں حضرت ابوہریرہؓ (ان کے نام میں اختلاف ہے جاہلیت میں عبد شمس تھا۔ اور اسلام میں عبدالرحمان بن صخر۔ ہُریرہ چھوٹی بلی کو کہتے ہیں چونکہ یہ بلیوں سے محبت کرتے تھے لہٰذا ابوہریرہ کنیت مشہور ہوگئی حضور ہی نے پہلے یہ فرمایا تھا۔ راجع حاشیہ ترمذی جلد ۲ ص ۲ ان کی وفات ۵۷ یا ۵۸ یا ۵۹ھ میں ہوئی) سے یہ روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوتی بالتمر عند صرام النخل فیجئ ھذا بتمرہ وھذا بتمرہ حتی یصیر عندہ کوما من تمر فجعل الحسنؓ و الحسینؓ یلعبان بذالک التمر فاخذ احدھما تمرۃ فجعلہ فی فیہ فنظر الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخرجھا من فیہ فقال اما علمت ان آل محمد لا یاکلون الصدقۃ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس لوگ کھجوریں لایا کرتے تھے ہر کوئی اپنی کھجوروں میں سے جبکہ کھجوریں پکنے اور اتارنے کے قابل ہوجاتیں کچھ حصہ لے آتا۔ دوسرا اپنی کھجوروں میں سے کچھ لے آتا یہاں تک کہ حضور کے پاس ایک ڈھیر لگ جاتا۔ امام حسنؓ اور حسینؓ (بچپن میں) کھیل رہے تھے ان کھجوروں کے ساتھ کہ ان میں سے ایک نے ایک دانہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا حضور نے ان کو دیکھا اور ان کے منہ سے کھجور نکال کر فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ آل محمد صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

---

[1] تمام احادیث بخاری مکرر (۷۲۷۵) اور غیر مکرر قریباً ۴ ہزار حسب تحقیق حافظ ابن حجرؒ فی مقدمہ فتح الباری والنووی فی الاسماء واللغات اور تمام احادیث بخاری غیر مکرر (۲۱۵۶) ہیں حسب تحقیق علامہ زبیدی۔

اور تجرید بخاری[1] جلد ۱ ص ۱۵۷ میں ہے کہ حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور نکالی اور کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اولاد محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے الخ

۲۔ حضرت امام مسلمؒ (مسلمؒ بن حجاج القشیریؒ المتوفی ۲۶۱ھ) صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۴۴ میں حدیث روایت کرتے ہیں (مسلم کی تمام احادیث ۲۸۱۰ ہیں۔)

ایک لمبی حدیث کے درمیان مندرجہ ذیل ٹکڑا ہے جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

ان الصدقة لا ينبغي لمحمد ولا لاٰل محمد انما هي اوساخ الناس الحديث۔

صدقہ نہ تو حضور کے لیے اور نہ آپ کی آل کیلیے کسی کے لیے بھی ان میں سے درست نہیں ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مال کی میل کچیل ہوتی ہے۔

۳۔ امام نسائی (ابو عبدالرحمن احمدؒ بن شعیب بن علی نسائیؒ المتوفی ۳۰۳ھ) اپنی کتاب نسائی جلد ۱ ص ۲۸۱ میں روایت نقل کرتے ہیں۔

ان ربيعةؓ بن الحارث قال لعبد المطلبؓ بن ربيعةؓ والفضلؓ بن عباسؓ بن عبد المطلب ائتيا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقولا له استعملنا يا رسول الله على الصدقات فاتى على ابن ابى طالب و

کہ حضرت ربیعہؓ بن الحارث (جو ایک صحابی ہیں) نے حضرت عبدالمطلبؓ بن ربیعہؓ (یہ بھی صحابی ہیں) اور فضل بن عباسؓ سے کہا کہ جاؤ حضور کے پاس اور کہو کہ ہم کو صدقات پر عامل مقرر کردیں اتنے میں حضرت علیؓ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ تمہیں ہرگز حضور عامل نہیں مقرر کریں گے۔ خیر عبدالمطلبؓ بن ربیعہؓ

---

[1] تجرید بخاری یعنی وہ احادیث جو مکرر ہیں ان کو خذف کر کے مجرد کر کے غیر مکرر احادیث جمع کی جائیں صاحب تجرید علامہ زبیدیؒ ہیں۔ زبیدی دو ہیں ۱۔ ابو علی الحسن بن المبارک زبیدیؒ المتوفی ۶۲۹ھ صاحب تجرید یہی ہیں۔ ۲۔ سید مرتضیٰ زبیدی شارح الاحیاء وغیرہ المتوفی ۱۲۰۵ھ اور اس تجرید کا اردو میں مولانا محمد حیات سنبھلی نے ترجمہ کیا ہے۔

نحن على تلك الحال فقال لهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يستعمل منكم احدا على الصدقة قال عبد المطلبؓ بن ربيعةؓ فانطلقت انا والفضلؓ بن عباسؓ حتى اتينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لنا ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلى الله عليه وسلم۔

فرماتے ہیں کہ میں اور فضلؓ ابن عباسؓ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے نہ تو یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال ہیں۔ اور نہ آپ کے اہل کے لیے ان میں سے کسی کے لیے بھی یہ حلال نہیں۔

فائدہ:۔ علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد اصح الکتب بخاری ہے ثم مسلم۔

ففی ہامش نُخبۃ الفکر وفی متنہ [19]

(ما محصلہ) ان الامۃ اجمعت علی صحۃ ھٰذین الکتابین الخ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح ہیں۔

پھر ان دونوں کے بعد نسائی کا درجہ ہے جیسا کہ علامہ طاہرؒ بن صالحؒ بن احمد الجزائری الدمشقیؒ اپنی مشہور تصنیف توجیہ النظر الی اصول الاثر (فرغ منہ فی ۱۳۲۸ھ) مطبوعہ مصر ص۱۵۴ میں فرماتے ہیں۔

النسائی افضل السُّنن بعد الصحیحین

بخاری ومسلم کے بعد دوسری سنن کی کتابوں میں سے

---

[19] فائدہ: جامع وہ کتب ہیں جن میں ہر قسم کی اور ہر مضمون کی احادیث ہوں مثلاً جامع بخاری، وجامع ترمذی۔ اور سنن وہ کتابیں ہیں جن میں اکثر احکام وغیرہ تو ہوں مگر ہر مضمون کی احادیث نہ ہوں مثلاً سنن ابوداؤد وسنن ابن ماجہ وغیرہا کہ ان میں کتاب التفسیر نہیں ہے۔ مسانید وہ کتابیں ہیں جن میں ہر صحابی کی تمام میسر روایتیں جمع کر دی جائیں خواہ وہ ایک مضمون کی ہوں یا متعدد مضامین کی ذکر کی ہوں۔ یا مانند وجہاد وغیرہ کی مثلاً مسند احمد بن حنبل ومسند ابوداؤد طیالسی وغیرہا۔ اجزاء وہ کتابیں جن میں ایک مضمون کی کل صحیح وضعیف روایتیں جمع کر دی جائیں مثلاً جزء رفع یدین وجزء القرأت امام بخاریؒ وجزء القراءۃ المعروف بکتاب القراءۃ بیہقیؒ وغیرہا۔ معاجم وہ کتب ہیں جن میں ایک شیخ (استاد) کی تمام روایتیں ایک جگہ جمع کر دی جائیں مثلاً معجم طبرانی وغیرہ وللجامع معنی آخر (راجع ہامش نخبۃ الفکر ص۲۳ وغیرہ من کتب الاصول)۔

حدیث ضعیفاً الخ   نسائی ہی وہ کتاب ہے جسمیں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں۔

۴۔ اور امام ترمذیؒ (الحافظ المتقن ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ) اپنی جامع ترمذی جلد ا ص ۸۳ میں حضرت ابو رافعؓ (جو حضور کے غلام تھے۔ مات فی خلافۃ علیؓ وھوالاصح) سے روایت پیش کرتے ہیں۔

عن ابی رافعؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا من بنی مخزوم علی الصدقۃ فقال لابی رافع اصحبنی کیما تصیب منھا فقال لا حتیٰ اٰتی رسول اللہ صلی اللہ وسلم فاسالہ وانطلق الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ فقال ان الصدقۃ لا تحل لنا وان موالی القوم من انفسھم قال وھذا حدیث حسن صحیح۔

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے قبیلہ بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقات پر عامل بنایا انہوں نے حضرت ابو رافعؓ کو کہا آؤ میرے ساتھ چلو تاکہ تمہیں بھی کچھ مل جائے حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا میں جب تک حضور کے پاس جاکر پوچھ نہ لوں نہیں جا سکتا جب حضور کے پاس جاکر پوچھا تو حضور نے فرمایا ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں اور قوم ہمارے غلام ہو تمہارے لیے بھی جائز نہیں کیونکہ (شریعت میں) غلام مالک کی قوم سے سمجھا جاتا ہے (یعنی بعض احکام میں جو حکم مالک کا ہوگا وہی غلام کا ہوگا۔ مثلاً یہی مسئلہ کہ زکوٰۃ آقا کے لیے بھی جائز نہیں غلام کے لیے بھی ناجائز ہے)

اردو ترجمہ ترمذی جلد ا ص ۱۳۲ میں ہے حضور نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لیے صدقہ حلال نہیں اور غلام قوم کے انہیں میں شمار ہوتے ہیں یعنی جب سادات کو صدقہ حلال نہیں تو ان کے غلاموں کے لیے بھی حلال نہیں الخ۔

فائدہ:۔ جو بزرگ کہ قبیلہ بنی مخزوم سے صدقات پر عامل بنائے گئے تھے ان کا نام

لے ترمذی جلد کی کل احادیث (۲۰۹۱) ہیں جز ۲ کی (۲۰،۳) ہیں۔

ارقم بن ابی ارقم ہے۔ کذا فی نفع القوت المغتذی حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۸۳۔ وتحفۃ الاحوذی جلد ۲ ص ۲۱ عن ابی یعلی والطبرانی فی الکبیر یہ روایت باختلاف بعض الفاظ و باتحاد مضمون سابق مندرجہ ذیل کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

۵۔ ابوداؤد للامام المتقن ابوداؤد السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ جلد ۱ ص ۲۱۰ لا تحل لنا الصدقۃ الخ

۶۔ مجمع الزوائد (للامام بن ابی بکر ہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ) جلد ۳ ص ۸۹

۷۔ مشکوٰۃ (لولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی قد فرغ منہ ۷۳۷ھ) جلد ۱ ص ۱۶۱ اور اردو ترجمہ مشکوٰۃ ص ۲۷۸ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ آدمیوں کی میل ہے۔ اور اس کا کھانا محمد اور آلِ محمد کے لیے حلال نہیں الخ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وسلم۔

فائدہ: مشکوٰۃ کا اصل ماخذ مصابیح ہے جو محدث کبیر امام فرّاء بغوی المتوفی ۵۱۶ھ صاحب معالم التنزیل و شرح السنۃ کی تصنیف ہے۔ چونکہ انہوں نے تخریج نہیں فرمائی (تخریج محدثین کی اصطلاح میں کسی روایت کو جس کتاب سے نقل کی ہے اس کی طرف منسوب کردینا کہ یہ روایت فلاں کتاب میں ہے) صاحب مشکوٰۃ نے تمام احادیث کی (الا ماشاء اللہ تعالےٰ) تخریج کردی ہے۔ اور ساتھ ہی فصل ثالث بڑھایا ہے مصابیح کی ایک شرح علامہ فضل اللہ تورپشتی حنفی معاصر شیخ سعدیؒ (ہو شرف الدین بن مصلح الدین سعدیؒ المتوفی ۶۹۰ھ) نے لکھی ہے اور دوسری شرح علامہ ابن ملکؒ (عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ المتوفی فی حدود ۸۰۰ھ) حنفی نے لکھی ہے۔ کل احادیث مشکوٰۃ (۵۹۴۵) ہیں۔ اور مشکوٰۃ کے معتبر شروح میں سے محققانہ شرح علامہ طیبی (المتوفی ۷۴۳ھ) کی ہے اور اس وقت حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ کی شرح مرقات اور شیخ عبدالحق دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ کی عربی شرح لمعات التنقیح اور ان کی دوسری شرح فارسی اشعۃ اللمعات موجود ہیں۔

۸۔ اور مستدرک حاکم (از ابی عبداللہ الحاکمؒ المتوفی ۴۰۵ھ) جلد ۱ ص ۴۰۴ میں بھی یہی حدیث ترمذی شریف کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔

۹۔ اور مسند احمد (للامام احمد بن حنبلؒ احد الائمۃ الاعلام المتوفی ۲۴۱ھ) جلد ۶ ص ۱۰ میں انہیں الفاظ سے جو کہ ترمذی ونسائی وغیرہ میں موجود ہیں یہ روایت مذکور ہے۔

۱۰۔ اور تفسیر طبری (ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ) جلد ۱۰ ص ۵ میں ہے۔

عن مجاهد قال كان آل محمد صلى الله عليه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس انتهى۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضور کی آل کے لیے صدقہ جائز نہ تھا تو ان کی تطییب خاطر کے لیے حضور نے خمس غنائم ان کو دلایا۔

۱۱۔ یہی روایت بعینہ ان الفاظ سے مصنف[1] ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۲۵ھ) جلد ۳ ص ۹۱ میں مذکور ہے۔

۱۲۔ کنز العمال (لعلی المتقی بن حسام الدین الہندیؒ المتوفی ۹۷۵ھ) جلد ۳ ص ۲۸۵ میں ہے

عن ابن عباسؓ (مرفوعاً) اصبروا على انفسكم يا بنى هاشم فانما الصدقات غسالات الناس۔ (رواه الطبرانی)

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ حضور سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی ہاشم اپنے نفوس کو مضبوط رکھنا (صدقات کے کھانے سے) صدقات تو لوگوں کی میل کچیل ہیں۔

۱۳۔ نصب الرایہ ص ۴۰۳ ج ۲ (للحافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفیؒ المتوفی ۷۶۲ھ) میں بایں الفاظ حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔

---

[1] امام ابن ابی شیبہؒ جو امام بخاریؒ، مسلمؒ، ابو داؤدؒ، ابن ماجہؒ وغیرہ کے استاد ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں کیونکہ ابن ابی شیبہؒ وکیع بن جراحؒ المتوفی ۱۹۷ھ کے شاگرد ہیں اور وکیعؒ امام ابوحنیفہؒ کے (راجع تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۲۷ وکتاب العلم لابن عبدالبر ص ۱۹۳ وتاریخ خطیب جلد ۱۳ ص ۱۶۱)

قال النبی علیہ السلام یا بنی ہاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخہم الحدیث

حضور فرماتے ہیں کہ اے بنی ہاشم اللہ تعالےٰ نے تمہارے اوپر حرام کر دیا ہے لوگوں کا صدقہ جو کہ ان کے مال کا میل کچیل ہے۔

۱۵۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) بھی درایہ ص۱۶۷ میں انہیں الفاظ سے نقل کرتے ہیں۔

۱۶۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (ابو محمد بن محلی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسیؒ المتوفی ۴۵۶ھ) نے محلی جلد ص۱۴۷ میں اسی حدیث کی جو ابھی پیش ہوئی ہے تخریج کی ہے۔

۱۷۔ (امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) نے طحاوی جلد ا ص۲۹۷ تا ۳۱۰ میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

۱۸۔ کتاب الرد۔ لابن ابی شیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۲۸ قالت عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا آل محمد لا ناکل الصدقۃ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ہم آل محمدؐ ہیں ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

۱۹۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص۴۴۸ و ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص۶۰ و مسند احمد جلد ۳ ص۳۴ عن عبدالرزاق عن سفیان والطحاوی جلد ا ص۳ عن عطاء بن السائب قال اتیت ام کلثومؓ بنت علیؓ بشئی من الصدقات فردّتہ۔ وقالت حدثنی مولیٰ لرسول صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ مہران ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال انّا آل محمد لا تحل لنا الصدقۃ ومولی القوم منہم انتہی۔ حضرت عطاء بن السائبؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے پاس صدقات میں سے کوئی چیز لے گیا تو حضرت ام کلثومؓ نے رد کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ایک

نے جس کا نام حضرت مہران ؓ ہے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے

۲۰۔ یہی روایت ان ہی الفاظ سے نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۵ اور درایہ ص ۱۷۰ میں ہے

۲۱۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۸ میں ہے۔

عن ابن عباس اتی فتیان من بنی عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالا استعملنا علی الصدقۃ۔ قال ان الصدقۃ لا تحل لآل محمد الخ	کہ دو نوجوان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمیں صدقات پر عامل بنا دیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات آل محمد کے لیے حلال نہیں۔

۲۲۔ یہ روایت کتاب الاموال للحافظ ابی عبید قاسم ؒ بن سلام ؒ المتوفی ۲۲۴ھ صفحہ ۲۳۰ (طبع مصر) میں بھی موجود ہے۔

نوٹ:۔ اس کے علاوہ بھی بعض کتب حدیث کے حوالے موجود تھے مگر ہم نے اختصاراً درج نہیں کئے کیونکہ وہ کتابیں جن سے عموماً استدلال کیا جاتا ہے یہی ہیں۔ جو کہ مخدوم کتابیں ہیں اور اسلام کے ہر فرقہ کے علماء ان سے استناد کرتے رہے اور کرتے ہیں۔

چوتھا باب

شارحین حدیث (علی اختلاف مذاہبہم) کے اقوال مندرجہ ذیل منقول ہیں:-

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

۱- قال ابن قدامة لا نعلم خلافا فی ان بنی هاشم لا تحل لهم الصدقة المفروضة كذا قال وقد نقل الطبری الجواز ایضا عن ابی حنیفة وقیل عنه یجوز لهم اذا حرموا سهم ذوی القربی حكاه الطحاوی وعن ابی یوسف یحل صدقة بعضهم لبعض و فی حدیث مسلم انما هی اوساخ الناس الحدیث۔ یؤخذ من هذا جواز التطوع دون الفرض وهو قول اكثر الحنفیة والمصحح عند الشافعیة والحنابلة الخ

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۰)

امام ابن قدامہ (حنبلیؒ) فرماتے ہیں کہ ہمیں اس مسئلے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کہ بنو ہاشم کے لیے صدقہ مفروضہ ناجائز ہے (سب کا اسی پر اتفاق ہے کہ ناجائز ہے) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ طبریؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز نقل کیا ہے اور وجہ بعض نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ ان کو اب خمس نہیں ملتا اس لئے جائز ہوگا (اسکی تفصیل آئندہ آئیگی) اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ بعض بنی ہاشم کا صدقہ بعض کے لیے جائز ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ مسلم کی روایت سے حرمت ثابت ہوتی ہے صدقہ مفروضہ کی (البتہ) نفلی جائز ہے، اور یہی اکثر احناف کا مذہب ہے اور یہی شوافع کا صحیح قول ہے اور حنبلیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ شافعی المسلک ہیں فن حدیث میں ان کا جو درجہ اور مقام ہے وہ اظہر من الشمس ہے علماء کرام کے ہاں وہ حافظ الدنیا کہلاتے ہیں یعنی دنیا میں اپنے دور کے اندر علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ انہوں نے اکثر احنافؒ کا اور حضرات شوافعؒ اور حنابلہؒ کا صحیح مذہب یہی بتایا ہے کہ سادات کے لیے واجب قسم کے صدقات جائز نہیں۔

۲۔ مجموع شرح مہذب۔ للعلامۃ النووی جلد ۶ ص ۲۲۶

لا یجوز دفع الزکوۃ الی ھاشمی لقولہ علیہ السلام۔ نحن اھل بیت لا یحل لنا الصدقۃ۔ الحدیث ۔و قال ابو سعید الاصطخریؒ لما منعوا حقھم من الخمس جاز الدفع الیھم لانھم حرموا الزکوٰۃ لحقھم خمس الخمس فاذا منعوا الخمس وجب ان یدفع الیھم و المذھب الاول لان الزکوٰۃ حرمت علیھم لشرفھم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وھذا المعنی لا یزول بمنع الخمس وفی موالیھم وجھان الی ان قال ھذا مذھبنا وجوز ابو حنیفۃ دفع الزکوٰۃ الی بنی المطلب ووافق علی تحریمھا علی بنی ھاشم الخ	حضور کے فرمان کے مطابق ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔ الحدیث۔ اور ابو سعید الاصطخری (شافعیؒ) کہتے ہیں کہ جب ان کا حق خمس میں تھا تو ان لوگوں کو کوئی بھی نقصان نہ تھا۔ کیونکہ جب زکوٰۃ حرام تھی تو خمس ملتا تھا لیکن جب کہ خمس بند ہو گیا تو زکوٰۃ ملنی چاہیئے لیکن مذہب (صحیح) پہلا ہی قول ہے (کہ ناجائز ہے) کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت حضور کے اہل پر قرابت کی شرافت کی بنا پر ہے۔ اور یہ سبب (حرمت بوجہ شرافت) بہرحال موجود ہے خمس ہو یا نہ ہو۔ اور بنو ہاشم کے غلاموں میں دو وجہیں ہیں الی ان قال یہ ہمارا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رح نے بنو عبد المطلب پر زکوٰۃ جائز رکھی ہے۔ اور بنو ہاشم پر حرام کہنے میں ہمارے ساتھ ہیں۔

(۳) یہی بزرگ اپنی مشہور شرح مسلم جلد ا ص ۳۴۴ میں لکھتے ہیں۔

فیہ تحریم الزکوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وھم بنو ھاشم وبنو عبد المطلب وقال ابوحنیفۃ ومالک ھم بنو ھاشم خاصۃ الخ	اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ حضور پر اور آپ کی اہل پر حرام ہے اور آپ کی اہل بنو ہاشم و بنو عبد المطلب ہیں اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ رہ کہتے ہیں کہ اہل صرف بنو ہاشم ہی ہیں۔

اسی جلد ا ص ۳۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

دلیل علی انھا محرمۃ سواء کانت بسبب العمل او بسبب الفقر والمسکنۃ او غیرھا من الاسباب الثمانیۃ و ھو الصحیح الخ	اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ بنو ہاشم پر حرام ہے عامل بن کر لے پھر بھی اور فقیر و مسکین ہونے کے لحاظ سے لے پھر بھی یا وہ آٹھ اسباب جو مذکور ہوئے ان میں سے کوئی بھی سبب ہو بہر حال حرام ہے اور یہی صحیح ہے

۴۔ اور یہی امام نووی جلد ۲ مسلم ص ۲۷۹ کی مندرجہ ذیل روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حدیث (موقوف عن زیدؓ بن ارقم) ولکن اھل بیتہ من حرم علیہ الصدقۃ بعدہ قال ومن ھم قال ھم آل علیؓ وآل عقیلؓ وآل جعفرؓ واھل عباسؓ قال کل ھؤلاء حرم الصدقۃ الحدیث الخ	حضرت زیدؓ بن ارقم حضور کے اہل بیت کے متعلق مرفوع حدیث نقل کر رہے تھے کہ حصینؓ نامی ایک آدمی کہا کیا حضور کی ازواج مطہراتؓ بھی اہل بیت ہیں کہا ہاں لیکن میں تو ان کا تذکرہ کرتا ہوں جن پر صدقہ حرام ہے وہ آل علیؓ و آل جعفرؓ و آل عقیلؓ و آل عباسؓ ہیں کہ ان سب پر صدقہ حرام ہے

امام نوویؒ فرماتے ہیں:۔

المراد بالصدقۃ الزکوٰۃ وھی حرام عندنا علی بنی المطلب وقال مالک بنو ھاشم فقط الخ	صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے (نفلی نہیں) اور ہمارے نزدیک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب دونوں پر حرام ہے امام مالکؒ فقط بنو ہاشم پر حرام سمجھتے ہیں۔

۵۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری لشیخ احمدؒ بن محمدؒ مصری المتوفی ۹۲۳ھ المشہور بہ قسطلانی جلد ۳ صلا۶ میں ہے۔

وتحرم علیهم ای علیٰ آل النبی صلی الله علیه وسلم لانها مطهرة کما قال تعالیٰ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم بها الاٰية الیٰ ان قال والاصح عند اصحابنا ان المحرم علی الٰل الفرض دون التطوع الخ	اور حضور کے اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ وہ مال کو پاک کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے آپ ان سے زکوٰۃ وصول کرکے ان کو پاک کریں (اگر گویا مالِ زکوٰۃ میں کچھ نجاست پائی گئی جیسا کہ پہلے متعدد روایات میں اوساخ الناس گذرا ہے) اور ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ آل النبی علیہ السلام پر فرض زکوٰۃ حرام ہے نفلی صدقات حرام نہیں۔

۶۔ اور سُبل السّلام شرح بلوغ المرام لمحمدؒ بن اسمٰعیلؒ بن الصلاح الامیر الکحلانی ثم الصنعانیؒ المتوفی ۱۱۴۳ھ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۰۸، ۲۰۹ میں ہے۔

وهو دليل علیٰ تحريم الزكوٰة علیٰ محمد و علیٰ آله فانه اجماع وكذا ادعى الاجماع علیٰ حرمتها ابوطالب وابن قدامة ونقل الجواز عن ابی حنیفة ۔ الخ	یہ حدیث مذکور دلیل ہے کہ زکوٰۃ حرام ہے آپ پر بھی اور آپ کے اہل پر بھی امام ابوطالبؒ اور ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے جواز نقل کیا گیا ہے الخ

۷۔ وفی محلی ابن حزمؒ جلد ۶ ص ۱۴۷

وبنو المطلب شئی واحد ولا يحل لهذين البطنين صدقة فرض ولا تطوع اصلا لقوله عليه السلام لا تحل لمحمد ولا لآل محمد واما الهبة والعطية والهدية والنحل والحبس والصّلة والبر فيجوز الخ ۔	بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور ان دونوں کے لیے نہ تو فرضی صدقہ جائز ہے اور نہ نفلی۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ محمدؐ کے لیے حلال ہے نہ اہل محمد کے لیے۔ بہرحال ہبہ اور عطیہ اور فدیہ اور شکرانہ اور تحفہ اور صلہ اور پیش کش یہ سب جائز ہیں۔

۸۔ عون المعبود شرح ابی داؤد (مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد) جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں ہے۔

وانما اوتحل لنا الصدقة الحديث	یہ حدیث (جس میں ہے فکیف تحل لموالیھم) دلیل ہے
وهذا دليل لمن قال بحرمة الصدقة	ان کی جو کہتے ہیں کہ صدقہ ان کے موالی پر بھی حرام ہے
على موالى من حرم عليهم الصدقة. الخ	جن پر خود صدقہ حرام ہے۔

۹۔ اور بذل المجہود شرح ابی داؤد (مولانا خلیل احمد سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۶ھ) ج ۳ صفحہ ۵۰ میں ہے۔

واما آل النبي عليه السلام فقال اكثر	حضور (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کے آل پر صدقہ
الحنفية وهو المصحح من الشافعية و	فرضی حرام ہے۔ یہی ہے اکثر احناف و شوافع
الحنابلة وكثير من الزيدية انها تجوز	و حنابلہ اور بہت سے فرقہ زیدیہ کا مذہب
لهم صدقة التطوع دون الفرض لان	کہ حرام فرضی ہے نہ کہ نفلی کیونکہ حدیث میں میل کچیل
المحرم عليهم انما هو اوساخ الناس و	کو منع کیا ہے۔ اور یہ فرضی میں ہے نہ
ذلك هو الزكوٰة لا صدقة التطوع الخ	کہ نفلی میں الخ

فائدہ ۱۔ زیدیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جیسا کہ شرح مواقف[1] نولکشور صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے

الشيعة هم اثنان وعشرون فرقة	شیعوں کے بائیس فرقے ہیں اصولا طور پر تین ہیں۔
اصولهم ثلاثة غلاة[1] و زيدية[2] و	باقی ان کی شاخیں ہیں۔ بہت تجاوز کرنے والے (صحابہ
امامية[3] الخ۔	کی تکفیر کرنے والے) اور زیدیہ اور امامیہ) الخ۔

اور صفحہ ۵۶ میں لکھا ہے الزيدية منسوبون الى زيد بن على بن زين العابدينؓ کہ زیدیہ زیدؒ بن علیؒ بن زین العابدین کی طرف منسوب ہے۔

نیز غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور (شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی المتوفی ۵۶۱ھ)

---

[1] مواقف کا مصنف قاضی عضد الدین عبد الرحمان بن احمد الایجی المتوفی ۷۵۶ھ ہیں۔ اور شارح مواقف سید شریف علی بن محمد جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ ہیں ۱۲۔

میں لکھا ہے۔ زیدیہ شیعہ کا ایک فرقہ ہے شرح مواقف ص۶۲۵ میں وجہ تسمیہ لکھی ہے کہ شایعوا علیاؓ انہوں نے (بظاہر) حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور (بظاہر) اتحاد کیا اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے میں شایعت کی قلت بل شایعوا المجوس والیہود والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام۔ اس کا کچھ اجمالی نقشہ آخر کتاب میں دیکھیں

۱۔ معالم السنن (للعلامۃ الخطابیؒ المتوفی ۳۸۸ھ) شرح ابی داؤد طبع حلب جلد ۲ ص۷۱ میں ہے۔

اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا خلاف بین المسلمین ان الصدقۃ لا تحل لہ وکذلک بنو ھاشم فی قول اکثر العلماء وقال الشافعیؒ لا تحل الصدقۃ لبنی المطلب ایضاً

حضور پر صدقہ حلال نہیں اس میں سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ بنو ہاشم پر حرمت کے قائل جمہور علماء ہیں۔ اور امام شافعیؒ بنو المطلب پر بھی حرام کہتے ہیں۔ الخ

فائدہ۔ بنو ہاشم (ہاشم حضور کے باپ کا دادا۔ اس طرح کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ فالعلویۃ والعباسیۃ من بنی ہاشم لان العباسؓ وابا طالب ابنا عبدالمطلب الخ

یعنی علوی اور عباسی ہاشمی ہیں کیونکہ حضرت عباسؓ اور ابو طالب جو حضرت علیؓ کے والد تھے دونوں عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔

اسلیے حضرت عباسؓ اور ابوطالب کی اولاد بنو ہاشم ٹھہری حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ یہ تینوں بزرگ (بھائی) ابوطالب کے بیٹے ہیں۔ یہ بات علامہ قطلوبغا الحنفیؒ (المتوفی ۸۷۸ھ) نے شرح مسایرہ[1] جلد ۲ ص۱۶۵ مصری میں لکھی ہے۔

---

[1] اصل کتاب مسایرہ امام ابن ہمام الحنفیؒ کی ہے اور اس کی ایک شرح کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی الشریف المقدسی الشافعیؒ المتوفی ۹۰۵ھ نے تصنیف کی ہے جس کا نام مسامرہ ہے۔

اور دلائل سے ثابت ہے کہ حارث بن عبد المطلب کی اولاد بھی صدقات کے مسائل میں بنو ہاشم میں شامل ہے۔ عبد المطلب کے دس[۱۰] یا بارہ[۱۲] بیٹے تھے۔ سیرۃ النبی شبلیؒ (المتوفی ۱۳۳۲ھ) جلد ا ص ۱۵۷ ان میں سے دو مسلمان ہوئے تھے حضرت حمزہؓ (المتوفی شہید ۳ھ) اور حضرت عباسؓ (المتوفی ۳۲ھ) جو آپ کے چچا تھے اور آپ سے دو سال بڑے تھے (اکمال ص ۶۰۶) تو مذکورہ بالا حضرات (آل علیؓ آل جعفرؓ[۱] آل عقیلؓ آل عباسؓ آل حارث بن عبد المطلب) کے سوا جو عبد المطلب کی اولاد ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اسی طرح بنو المطلب پر بھی حرام ہے اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص فقط بنو ہاشم کی ہے۔ بنو المطلب اور ابو جہل و ابو لہب وغیرہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (بشرطیکہ وہ مسلمان ہو گئے ہوں)

۱۱۔ اور شرح موطا (امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ) موسوم بہ مسوّی شیخ ولی اللہ الدہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) جلد ا ص ۲۲۸ میں ہے۔

لا تحل الصدقة لبنی هاشم عند اهل	صدقہ بنو ہاشم کیلئے حلال نہیں (جمہور) اہل علم کے نزدیک اور امام
العلم وقال الشافعیؒ و بنو المطلب مثلهم	شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بنو المطلب پر بھی جائز نہیں اور بنی ہاشم کے
واختلفوا فی موالیهم علی قولین انتهی	غلاموں میں اختلاف ہے کہ ان کو جائز ہے یا ناجائز (صحیح یہی ہے کہ ناجائز ہے)

۱۲۔ اور یہی بزرگ موطا امام مالک کی دوسری فارسی شرح المعروف بمصفّٰی جلد ۲ ص ۲۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حلال نیست زکوٰۃ آل محمدؐ را غیر ازیں	حضور کے اہل کے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے
نیست کہ زکوٰۃ چرک مردماں است	کیونکہ وہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ مترجم (ولی اللہؒ)
مترجم گوید حلال نیست صدقہ بنو ہاشم	کہتا ہے کہ بنو ہاشم کو باتفاق علماء صدقہ جائز نہیں

۱؎ حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے۔ المتوفی شہید ۸ھ (اکمال ص ۵۸۹) ۱۲

(باتفاق علماء۔ وقال الشافعیؒ بنو المطلب مثلھم الخ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بنو المطلب کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۳۔ علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) العرف الشذی ص ۲۹۲،۲۹۱

(یہ مولانا کی تقاریر ہیں جو درس ترمذی کے وقت لکھی گئی ہیں۔ ان کو فاضل مولانا محمد چراغ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ نے عربی میں جمع کر دیا تھا جو چھپ چکی ہیں۔ اگرچہ اس میں عربی عبارات کی بے شمار اغلاط ہیں اور کتابت کی غلطیاں اس کے علاوہ ہیں لیکن بایں ہمہ یہ علم کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے) میں فرماتے ہیں۔

باب کراھیة الصدقة علی النبی صلی	(باب کراہیۃ الصدقہ) صدقہ حضورؐ پر اور آپ کی اہل
اللہ علیہ وسلم وعلی اھل البیت	پر حرام ہے۔ وہ اہل علیؓ و اہل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ اور
وھم آل علیؓ وجعفرؓ وعقیلؓ وعباسؓ	اہل عباسؓ ہیں۔ پھر ہماری (یعنی احناف) کی کتابوں
ثم فی کتبنا ان الھاشمی لوسعی ای	میں لکھا ہے کہ ہاشمی کا عامل بننا بایں طور کہ زکوٰۃ سے
عمل السعایة فلا یاخذ من الزکوة	اجرت لے جائز نہیں۔ اور وقف کے مال سے بلا اختلاف
ویجوز اخذہ من الوقف بلا خلاف	بنو ہاشم لے سکتا ہے۔ بہر حال نفلی صدقات تو اس میں
واما النافلة ففیھا الخلاف قال	اختلاف ہے۔ زیلعیؒ شارح کنز فرماتے ہیں کہ نفلی بھی
الزیلعیؒ[1] شارح الکنز انھا لا تجوز	بنو ہاشم کو جائز نہیں اور اسی کو علامہ ابن ہمامؒ نے
للھاشمی وتبعه ابن الھمامؒ واما غیرہ	اختیار کیا ہے اس کے علاوہ دوسرے احناف اس کے قائل
فیجوّزھا لھم ونقل محمد بن	ہیں کہ بنو ہاشم کو نفلی صدقات لینے جائز ہیں امام
شجاع الثلجی روایةً شاذة فی جواز	محمد بن شجاعؒ (الثلجیؒ المتوفی ۲۶۶ھ وھو ساجدٌ فی

---

[1] شارح کنز امام فخر الدین الزیلعیؒ حضرت امام نسفیؒ (المتوفی ۷۱۰ھ) کے ہم عصر تھے یہ امام محدث جمال الدین الزیلعیؒ المتوفی ۷۶۱ھ صاحب تخریج ہدایہ کے علاوہ ہیں بعض ناواقف لوگ ان دونوں کو ایک سمجھتے ہیں۔ ان کی مشہور کتاب تبیین الحقائق اب طبع ہو گئی ہے ۱۲۔

اخذ الزکوٰۃ للھاشمی لو لم یجد الخمس من بیت المال ونقلہ من امالی ابی یوسفؒ وفی عقد الجید افتی الطحاوی من الحنفیۃ وفخر الدین الرازی من الشافعیۃ بجواز دفع الزکوٰۃ للھاشمی فی ھذہ الصورۃ الخ۔

صلوٰۃ العصر نے ایک شاذ روایت نقل کی ہے کہ بنو ہاشم کو جب خمس نہ ملے تو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور اس کو امالی ابی یوسفؒ سے نقل کیا ہے (امالی جو استاد کی تقاریر لکھی جائیں) اور عقد الجید میں امام طحاویؒ اور امام رازیؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ بنو ہاشم کو خمس نہ ملنے کی صورت میں زکوٰۃ لینا جائز ہے

العرف الشذی کی مذکورہ بالا عبارت میں بحث ہے۔ اوّل یہ کہ ویجوز اخذہ من الوقف بلا خلاف الخ کہ ہاشمی وقف کا مال لے سکتا ہے بالاتفاق الخ یہ مجمل ہے فتاویٰ خانیہ المعروف بقاضیخاں للامام احمدؒ بن الحسنؒ بن المنصورؒ بن ابی القاسم اوزجندیؒ الامام الکبیر المتوفی ۵۹۲ھ مطبوعہ نولکشور جلد ا صـ۱۲۵ میں ہے۔

ولا یجوز الدفع الی بنی ھاشم ولا موالیھم الی ان قال لا یجوز صرف کفارۃ الیمین و الظھار والقتل وعشر الارض وغلۃ الوقف وعن ابی یوسفؒ فی روایۃ یجوز صرف غلۃ الوقف اذا کان الوقف علیھم بمنزلۃ الوقف علی الاغنیاء وان کان الوقف علی الفقراء ولم یسم بنی ھاشم لا یجوز صرفھا الی بنی ھاشم الخ۔

جائز نہیں کہ زکوٰۃ دی جائے بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو اور اسی طرح کفارہ قسم کا اور کفارہ ظہار کا اور زمین کا عشر اور آمدنی وقف کی یہ سب ناجائز ہیں۔ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر ایسا وقف ہو جو اغنیاء پر ہوتا ہے تو ان کے لیے بھی جائز ہے۔ اور اگر وقف فقراء پر ہو اور بنو ہاشم کا نام نہیں لیا گیا تو ان کے لیے جائز نہیں الخ

اور عمدۃ القاری جلد ۴ صـ۴۲۳ میں ہے۔

وفی المبسوط یجوز دفع صدقۃ التطوع

مبسوط میں ہے کہ نفلی صدقات اور وقف بنی

والاوقاف الی بنی هاشم روی عن
ابی یوسفؒ ومحمدؒ فی النوادر وفی
شرح مختصر الکرخیؒ والاسبیجابی و
المفید اذا سموا فی الوقف وفی
الکرخی اذا اطلق الوقف لا یجوز
لان حکمهم حکم الاغنیاء الخ

ہاشم کو دینے جائز ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے
غیر مشہور روایت یہی ہے اور شرح مختصر الکرخی
میں اور اسبیجابی اور مفید میں ہے کہ جب بنو ہاشم
کا نام وقف کرتے وقت لیا گیا ہو تو جائز ہے
(ورنہ نہیں) اور کرخی میں ہے کہ جب وقف کرتے
وقت بنو ہاشم کا نام نہ لیا گیا ہو تو ان کیلئے جائز نہیں
کیونکہ حکم ان کا اغنیاء کا سا ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ مذہب نہیں بلکہ ان کی ایک روایت ہے، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص۱۲ میں مذکور ہے۔

الفرق بین عنده وعنه ان الاول
دال علی المذهب والثانی علی الروایة
فاذا قالوا عند ابی حنیفة دل ذلك
علی انه مذهبه' واذا قالوا عنه
دل ذلك علی انه روایة عنه۔ انتهی

عندہ اور عنہ میں فرق یہ ہے کہ عندہ مذہب پر دلالت
کرتا ہے اور عنہ روایت پر مثلاً جب فقہاء کہیں
عند ابی حنیفہؒ تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کا مذہب
یہ ہے اور عنہ جب کہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ان
کی ایک روایت یہ ہے (نہ کہ مذہب ہے)

اور یہاں جملہ فی روایۃ عنہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ یہ انکی ایک روایت ہے امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ نہیں ہے اور نہ یہ حضرات طرفینؒ (ابو حنیفہؒ و محمدؒ) کا مذہب ہے، اور ساتھ ہی امام ابو یوسفؒ مطلقاً نہیں کہتے بلکہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ وقف اغنیاء پر ہو تو اس میں بنو ہاشم شامل ہیں اور اگر فقراء پر ہو اور بنو ہاشم کا نام (وقف کرتے وقت) نہ لیا گیا ہو تو بنو ہاشم کے لیے جائز نہیں۔ اور صاحب العرف الشذی نے مطلقاً بلا خلاف غلۃ وقف کو بنو ہاشم پر جائز رکھا ہے۔ اس کی مزید تائید فتح القدیر (للکمال الدین محمدؒ بن ہمامؒ بن عبد الواحدؒ المتوفی سنہ ۸۶۱ھ) مصری جلد ۲ ص۲۷۴ سے بھی ہوتی ہے۔

فقالوا لا يجوز صرف كفارة اليمين و الظهار الى ان قال وغلة الوقف وعن[1] ابي يوسف يجوز في غلة الوقف الخ

حضرات فقہاء کرامؒ کہتے ہیں کہ قسم ظہار کا کفارہ بھی بنو ہاشم کو جائز نہیں اور اسی طرح غلۃ الوقف بھی جائز نہیں امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں ہے کہ جائز ہے

دوئم یہ کہ العرف الشذی میں جو حوالہ عقد الجید کا دیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ عقد الجید مجتبائی (مع ترجمۃ الاردیۃ) ص۵ ۔

ومنها اي من المسائل التي افتى العلماء على خلاف المذهب) دفع الزكوٰة الى الاشراف العلويين افتى الامام فخر الدين الرازي بجوازه في هذه الازمنة حين منعوا سهمهم من بيت المال وضربهم الفقر انتهى

جن مسائل میں علماء نے خلافِ مذہب فتویٰ دیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ امام رازیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ جب ان کو خمس بیت المال سے نہیں ملتا اور وہ فقیر ہوں تو ان کو زکوٰۃ جائز ہے۔

اس عبارت میں امام طحاویؒ کا نام تک بھی نہیں چہ جائیکہ ان کا فتویٰ تو قول صاحب العرف الشذی کا کہ امام طحاویؒ نے بھی جواز کا فتویٰ ہے جیسا کہ عقد الجید میں ہے الصحیح نہیں بلکہ عقد الجید میں فقط امام رازیؒ کا قول ہے۔ اس غلطی کا سبب جو سمجھ آیا ہے یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اثناء تقریر میں فرمایا ہوگا کہ امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے کہ

---

[1] فائدہ: یہاں محقق بھی عن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ فائدۃ۔ البحر الرائق مصری جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ میں محقق ابن ہمام کا محقق قول اس کے خلاف نقل کرکے اسمیں کلام کیا ہے کہ ابن ہمامؒ غلہ وقف کو نفل سمجھتے ہیں حالانکہ بعض صورتیں وقف کی واجب بھی ہوتی ہیں (جب کہ منت بھی ہو کہ مثلاً کوئی کہے جب میرا فلاں کام ہوگیا تو میرا یہ گھر وقف ہے تو یہ واجب ہوگا) اور واجب صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں۔ فلیراجع الی الرد المحتار وکذا مجموعہ فتاوی مولانا عبد الحی لکھنویؒ ج۱ ص۳۸۶ ہر چہ باد باد سب حضرات فقہاء حنفیہؒ کا اس پر اتفاق نہیں۔ فتدبر۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز ہے۔ اور امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ عقد الجید میں لکھا ہے الخ تو ضبط کرنے والے حضرت یہ سمجھے کہ یہ حوالہ دونوں (امام طحاویؒ اور امام رازیؒ) کے متعلق ہے حالانکہ عقد الجید کا حوالہ فقط امام رازیؒ کے افتار کے متعلق ہے امام طحاویؒ کے متعلق نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فیض الباری شرح صحیح البخاری (جو مولانا بدر عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریریں ضبط کی ہیں) ج ۳ ص ۵۲ میں ہے۔

ونقل الطحاویؒ عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوة الی آل النبی علیه السلام عند فقدان الخمس فان فی الخمس حقهم الی ان قال وفی عقد الجید ان الرازی ایضاً افتی بجوازه الخ	امام طحاویؒ نے امالی ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ جب سادات کو خمس نہ ملے تو زکوٰۃ جائز ہوگی کیونکہ خمس میں ان کا حق ہے۔ اور عقد الجید میں لکھا ہے کہ امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ امام طحاویؒ کا قول عقد الجید میں نہیں۔ فتدبر

فائدہ۔ العرف الشذی میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ (جب کہ خمس نہ ملے) یعنی جائز ہے تو یہ روایت شاذ ہے (شاذ روایت پر فتویٰ درست نہیں جس کی تحقیق آگے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ۔ جملہ حضرات احناف کی معتبر اور مستند کتب میں پختہ فتویٰ جواز کا (بغیر امام طحاویؒ کے جس کی تحقیق کے لیے ہم نے یہ ذخیرہ جمع کیا ہے اور اس سے بعض غیر محدث فقیہ جواز سمجھے ہیں گو امام طحاویؒ کا مطلب قطعاً جواز کا نہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) ایک بھی نہیں ملے گا کہیں بلفظ عن کہیں عنہ کہیں وفی روایۃ کہیں روی کہیں لیس بمشہور کہیں شاذۃ وغیرہ الفاظ منقول ہیں۔ رہے حضرت امام رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) تو گو ایک بہت بلند خیال منطقی و فلسفی ہیں جن پر آج بھی اہل اسلام کو

بجا فخر ہے اور غیر مسلموں کو رشک۔ لیکن ساتھ ہی علم حدیث میں ان کو اتنی دسترس نہیں تھی جو کسی محدث کے شایان شان ہوتی ہے۔ ان کی تفسیر کے دیکھنے والے بزرگ ان اکثر احادیث کا جو تفسیر کبیر میں موجود ہیں خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس درجہ کی ہیں اکسیر (نواب صدیق حسن خانؒ) ص۱۱۳ میں ہے امام رازیؒ از علم حدیث بے خبر بے نذارد۔ اور اتقان جلد۲ ص۱۹۱ و جلد۲ ص۱۸۹ و اکسیر ص۱۱۲ والدر المنثور جلد۲ ص۱۵۵ میں ہے۔

قال بعض العلماء[۲] فیہ کل الشئ الا التفسیر الخ۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ تفسیر کبیر (مصنفہ امام رازیؒ) میں سب کچھ ہے مگر فن تفسیر اس میں نہیں۔

فائدہ: بعض علماء کو قدیماً و حدیثاً روایت فان لکم خمس الخمس سے دھوکہ ہوا ہے ہم اس کو پیش کرکے اس پر نقلاً و عقلاً بحث کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا امام رازیؒ کے قول کو نقل کرنا اس لیے نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ بھی جواز کے قائل ہیں ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے دو حوالے مسوّی و مصفّی کے پہلے پیش کئے ہیں حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ عنقریب پیش ہوگا۔

۱۴۔ اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ (شیخ عبد الحقؒ دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ) جلد۲ ص۲۵ میں ہے۔

وعدم جواز دفع زکوٰۃ بنی ہاشم ظاہر روایت است و در روایتے از امام ابوحنیفہؒ جائز ست دریں زماں و ممنوع بود دراں زماں و روایتے از وے و از امام

اور زکوٰۃ کا سادات پر ناجائز ہونا ظاہر روایت ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جائز ہے اور نیز امام صاحبؒ و امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت بھی ہے

---

[۱] فرغ منہ فی جمادی الاولیٰ سنہ ۶۰۲ھ۔ فائدۃ[۲]: واعتمد بعض العلماء علی الرازیؒ فی الحدیث ایضاً راجع مشکلات القرآن۔

ابویوسفؒ جائز است دفع بعضے از بنی ہاشم ببعض الخ	کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

۱۵۔ اور اعلاء السنن (لمولانا ظفر احمد تھانویؒ) جلد ۹ ص۵۵ میں ہے۔

والمعمول به هو ظاهر الرواية فانه مطابق للنص الخ	فتویٰ ظاہر روایت پر ہے کیونکہ حدیث صحیح کے مطابق یہی ظاہر روایت ہے۔

۱۶۔ اور عمدۃ القاری (لمحقق الاحناف حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ) جلد ۴ ص۴۳۳ میں ہے۔

فيه ان الصدقة لا تحل لمحمد و فی الذخيرة للقرافی۔ ان الصدقة محرمة على رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ان قال والائمة على تحريمها على قرابة النبی صلى الله عليه وسلم وقال الابهریؒ المالكی يحل لهم فرضها ونفلها وهو رواية عن ابی حنيفةؒ وقال الاصطخریؒ ان منعوا من الخمس جاز صرف الزكوٰة اليهم وروی ابن سماعةؒ عن ابی يوسفؒ ان زكوٰة بعض بنی هاشم على بعض يحل ولا يحل ذالك لهم من غيرهم وفی الينابيع يجوز للهاشمی ان يدفع	اس حدیث (ان آل محمد لا یاکلون الصدقۃ) میں دلیل ہے کہ صدقہ حضور علیہ السلام کے لیے حلال نہیں اور قرافیؒ نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ صدقہ حضور پر حرام ہے ائمہ اسبات پر متفق ہیں کہ حضور کی قرابت (اہل بیت) پر صدقہ حرام ہے ابہری مالکیؒ نے کہا ہے کہ نفلی فرضی سب جائز ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ روایت منقول ہے (گو مفتیٰ بہ نہیں) اور اصطخریؒ شافعی کہتے ہیں کہ جب وہ خمس سے محروم ہوئے تو ان کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔ ابن سماعہؒ نے ابویوسفؒ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپس میں بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور غیر بنی ہاشم سے ان کے لیے روا نہیں ینابیع میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سید سید سے زکوٰۃ لے سکتا ہے

زكاتة الى هاشمي عند ابي حنيفةؒ ولا
يجوز عند ابي يوسفؒ وفي جوامع الفقه
يكره للهاشمي عند ابي يوسفؒ
خلافا لمحمدؒ بن الحسنؒ (المتوفى ۱۸۹ھ)
وروى ابو عصمةؒ عن ابي حنيفةؒ
جواز دفعها الى الهاشمي في زمانه
قال الطحاويؒ هذه الرواية عن
ابي حنيفةؒ ليست بمشهورة الى ان قال
وفي شرح القدوري الصدقة الواجبة
كالزكوٰة والعشر والنذر والكفارات
لا يجوز لهم ۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ جوامع الفقہ
میں لکھا ہے کہ ابو یوسفؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں
امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں۔ ابو عصمہؒ امام ابو
حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں
سادات کو زکوٰۃ دینا جائز ہے امام طحاویؒ فرماتے
ہیں کہ یہ روایت امام صاحبؒ سے مشہور
نہیں۔ اور شرح قدوری میں زکوٰۃ عشر، کفارات
نذر سب ہاشمی کے لیے حرام لکھے ہیں ۔

وفي التوضيح وفي الحديث
دلالة واضحة على تحريم الصدقة
على آله عليه السلام وبه قال ابو
حنيفةؒ والشافعيؒ الى ان قال قال
الطبريؒ في حق ابي يوسفؒ لا القياس
اصاب ولا الخبر اتبع الى ان قال
العينيؒ هذا كلام صادر عن
غير روية ناش عن تعصب باطل
وابو يوسفؒ اعرف الناس لموارد
التاويل واعلمهم بتاويل

توضیح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل
ہے کہ صدقات حضور علیہ السلام کی اہل پر حرام
ہیں۔ اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ
کا امام طبریؒ نے امام ابو یوسفؒ کے حق میں لکھا
ہے کہ ابو یوسفؒ جو یہ کہتے ہیں کہ فرضی حلال
اور نفلی حرام، نہ تو ان کا قیاس صحیح ہے اور نہ
حدیث کی انہوں نے اطاعت کی۔ عینیؒ فرماتے
ہیں کہ امام طبریؒ (شافعیؒ بلکہ مجتہد) کا یہ کہنا بے
سوچے سمجھے ہے اور محض تعصب باطل
کی وجہ سے ہے۔ امام ابو یوسفؒ لوگوں میں

الاخبار وهذا ذكره هذا الطحاوي رح
الذي من اكبر ائمة الحديث وادرى
الناس بمذهب ابي حنيفةؒ واقوال
صاحبيهؒ نقل[1] عن ابي يوسف الذي
هو الامام ابو حنيفةؒ ان التطوع
يحرم على بني هاشم فاذا كان
التطوع حراماً فالفرض اشد حرمة
الى ان قال العينيؒ فعادة هؤلاء
المتعصبين (الطبريؒ وغيره) انهم
ينسبون رواية ضعيفة او شاذة
الى امام من الائمة الثلاثة
ثم ينكرون عليهم بما لا
يحل نسبته الى احد منهم.
انتهى كلام العيني بقدر الحاجة.

سے زیادہ قرآن کے معانی اور حدیث کی مراد
کو سمجھتے ہیں۔ اور طحاویؒ جو بہت بڑے
محدثین میں سے ہیں اور امام اعظمؒ اور ان کے
صاحبینؒ کے اقوال کو خوب جانتے ہیں۔ امام
ابو یوسفؒ (جو کہ ابو حنیفہؒ ہی ہیں) سے نقل کرتے
ہیں کہ نفلی صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں جب یہ
حال نفلی صدقات کا ہے تو فرضی بطریق اولیٰ
حرام ہوں گے۔ طبریؒ جیسے متعصب لوگوں کی
عادت ہے کہ ضعیف یا شاذ روایت تین اماموں
میں (اغلب ہے کہ امام ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، امام محمدؒ
مراد ہیں و فیہ احتمال آخر) سے کسی کی طرف نسبت
کر دیتے ہیں پھر تردید کرنی شروع کرتے ہیں۔
ایسی وجوہ سے جن کی نسبت بھی ائمہ کی طرف
ایک جرم عظیم ہے۔

یہ احناف کے مشہور فقیہ و محدث بزرگ ہیں اسی لیے ہم نے ان کے کلام کو پہلے پیش نہیں کیا تاکہ یہ سب حوالوں کے لیے بمنزلہ شرح کے ہو جائے یہاں چند ابحاث ہیں جن کو پیش کرنے سے ماضی کے بہت سے عقدے حل ہو جائیں گے اور آئندہ کے لیے ہمیں یہ اصول موضوعہ کا کام دیں گی۔

---

[1] ابو یوسفؒ جو ابو حنیفہؒ علم بیان کا ایک معمہ ہے اہل علم خوب جانتے ہیں راجع مختصر للمعانی و مطول کلاھا لسعد الدین تفتازانی الشافعیؒ المتوفی ۷۹۱ھ۔

اول ابو عصمۃ کا تعارف کرانا ہے کہ یہ کون ہے۔

۱۔ جواہر المضیۃ (للعلامہ محی الدین ابی محمد عبد القادرؒ ابن ابی الوفا محمدؒ بن محمدؒ بن نصر اللہؒ بن سالم الحنفی المصریؒ المولود ۶۹۶ھ المتوفی ۷۷۵ھ) مصری جلد ا ص ۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

الجامع لقب ابو عصمۃ المروزی	جامع لقب ہے ابو عصمۃ مروزی کا اور نام نوح
واسمہ نوح الی ان قال وھو ابو عصمۃ	بن ابی مریم ہے (اور ابو عصمۃ کنیت ہے)
نوح بن ابی مریم الی ان قال المتوفی ۱۷۳ھ	

۲۔ تذکرۃ الموضوعات شیخ محمد طاہرؒ بن علی السندی الحنفیؒ صاحب مجمع بحار الانوار المتوفی ۹۸۶ھ ص ۸۲ میں لکھتے ہیں۔

فیہ ابو عصمۃ المشہور بالوضع الخ	اس حدیث میں ابو عصمۃ ہے جو جعلی حدیثیں بنانے میں مشہور ہے۔

۳۔ اسی تذکرۃ الموضوعات ص ۱۸۲ میں فرماتے ہیں فیہ ابو عصمۃ کذاب الخ اس حدیث میں عصمۃ ہے جو بہت بڑا جھوٹا آدمی ہے۔

۴۔ کتاب القراۃ بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) ص ۱۲۸ میں ہے۔

ابو عصمۃ نوح بن مریم کذاب۔	ابو عصمۃ نوح ابی مریم ایک بڑا جھوٹا راوی ہے۔

۵۔ تقریب التہذیب فاروقی دہلی (لحافظ ابن حجر عسقلانیؒ) ص ۳۷۷

قال ابن المبارکؒ کان یضع الحدیث الخ	عبد اللہؒ بن المبارکؒ فرماتے یہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

۶۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۴۵ میں فرماتے ہیں:۔

ھو الجامع اخذ الفقہ عن ابی حنیفۃ	وہ ملقب بہ جامع ہے۔ فقہ ابو حنیفہؒ سے
قال احمدؒ لم یکن بذاک فی الحدیث	پڑھتا رہا امام احمدؒ کہتے ہیں ہیچ ہے۔
وقال مسلم وغیرہ متروک الحدیث	مسلمؒ وغیرہ فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ حاکمؒ
وقال الحاکم وضع ابو عصمۃ حدیث	فرماتے ہیں اس نے فضائل قرآن کی حدیثیں وضع

فضائل القرآن وقال البخاری منکر الحدیث الخ — کی ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ منکر الحدیث الخ

۷۔ امام حاکمؒ نے مدخل فی اصول الحدیث صـ۳۰ میں لکھا ہے وضع ابو عصمۃ الخ۔

۸۔ سید سندؒ رسالہ اصول حدیث صـ۳ میں فرماتے ہیں وضع ابو عصمۃ الخ

۹۔ شاہ عبد العزیز دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے عجالہ نافعہ صـ۱۳ میں بیان کیا ہے کہ

یا اقرار کردہ باشد بوضع احادیث چنانچہ نوح بن ابی مریم کہ در فضائل قرآن احادیث وضع نمود و گفت ہر گاہ دیدم مردم را کہ از قرآن اعراض کردند و بعلوم دیگر مثل تواریخ و تفسیر و فقہ ابی حنیفہؒ مشغول اند وضع کردم الخ۔

وضع کی پہچان کا ایک سبب خود واضع کا اقرار بھی ہے جیسا کہ نوح بن ابی مریم نے اقرار کیا کہ میں نے فضائل قرآن کی احادیث اس لیے وضع کی ہیں کہ لوگ قرآن سے غافل ہو کر تاریخ و تفسیر و فقہ ابو حنیفہؒ سے مشغول ہیں تو میں نے حدیثیں وضع کیں (جعلی بنائیں)

حدیث میں جعلی حدیثیں بنانے والے کے لیے جو حکم بیان ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں (واہ امام ابو حنیفہؒ کے بڑے خیر خواہ۔) مسلم جلد ۱ صـ۷ میں مختلف اسانید سے یہ روایت موجود ہے۔

من كذب علیّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔

جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کہے (یعنی جو روایت میں نے نہیں کہی میری طرف منسوب کرے جیسے واضعین کرتے ہیں) تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

سب متواتر احادیث میں سے یہ روایت بعض کے نزدیک پہلے درجہ پر ہے بغیۃ الفکر صـ۱۱ شرح نخبۃ الفکر صـ۵۹ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

واتفقوا علی ان تعمد الكذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم من الكبائر وبالغ

ائمہ کرامؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا کبائر میں سے ہے اور امام ابو محمد الجوینیؒ

ابو محمد الجوینی فکفر من تعمد الکذب الخ ایسے شخص کی مبالغہ کرتے ہوئے تکفیر کرتے ہیں۔

اب ان تصریحات بالا کے بعد غور فرمائیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی مشہور روایت کے خلاف جو غیر مشہور روایت ہے۔ اس کا راوی ابو عصمۃ مذکور ہے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ سے باز نہیں آتا اور فخر سے کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیثیں اس لیے وضع کی ہیں الخ تو کیا امام ابو حنیفہؒ اس کے جھوٹ سے بچ سکتے ہیں۔ جھوٹ اور وضع تو اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بحث جو جواز کی روایت امام ابو یوسفؒ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اس میں بڑا اضطراب ہے۔

۱۔ بنو ہاشم بعض بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ یہ ابو یوسفؒ کا مذہب ہے جیسا کہ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۱ اور فیض الباری جلد ۲ ص ۵۲ و عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۳۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ عمدۃ القاری (ص ۴۳۳ ج ۴) میں ینابیع سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام یوسفؒ کہتے ہیں ناجائز ہے۔

۳۔ عمدۃ القاری بحوالہ مذکور جوامع الفقہ سے ابو یوسفؒ کا قول لکھا ہے۔ یکرہ خلافا لمحمد الخ

دوسرے نمبر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور سوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور نمبر اول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقط امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

۴۔ اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کے نزدیک جائز ہے۔

۵۔ ہامش نسائی جلد ۱ ص ۲۸۱ و عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۳۳ و نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵۸

میں ہے۔

قال ابو یوسفؒ تحرم النفلیۃ علیھم	امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نفلی صدقات بھی
کصدقۃ الفرض الخ	سادات پر حرام ہیں جیسے فرضی حرام ہیں۔

نیز یہ اختلاف بھی ہے کہ آیا بعض بنی ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں یا خمس نہ ملنے کی وجہ سے غیر بنی ہاشم بھی بنو ہاشم کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور

۱۔ فیض الباری جلد ۳ صہ ۵۲ والعرف الشذی صہ ۲۹۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خمس نہ ملے تو جائز ہے الخ یہاں اس کی تصریح نہیں کہ ہاشمی ہاشمی کو دے بلکہ خمس نہ ملنے کی صورت میں مطلقاً جائز ہے۔

۲۔ قاضیخان جلد ۱ صہ ۱۲۵ میں ابو یوسفؒ کا مذہب صرف غلۃ الوقف ہی لکھا ہے زکوٰۃ کو چھیڑا ہی نہیں۔ اور (۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرضی و نفلی صدقات ان کے نزدیک حرام ہیں لہذا ان اضطرابات کی وجہ سے بھی یہ قول قابل اخذ نہیں۔

بحث سوم علامہ عینیؒ نے یہ جواز کے سب قول مروی از ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ شاذ اور ضعیف بتلاتے ہیں اس بات کو مدنظر رکھنا آئندہ کام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔[1]

۷۔ اور نسائی جلد ۱ صہ ۲۸۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

واختلف فی الاٰل ھھنا فقال الشافعیؒ	اٰل میں اختلاف ہے امام شافعیؒ اور ایک جماعت
وجماعۃ انھا بنو ھاشم وبنو المطلب	(اہل ظاہر کی) یہ کہتی ہے کہ بنو ہاشم و بنو المطلب
وقال ابو حنیفۃ ومالکؒ ھم بنو	دونوں اٰل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ فرماتے
ھاشم فقط والمراد ببنی ھاشم	ہیں کہ فقط بنو ہاشم میں سے بھی صرف آل علیؓ

---

[1] اور نسائی کے حاشیہ صہ ۲۸۱ ج ۱ میں ہے کہ امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں اور فتح الملہم صہ ۹۹ ج ۳ میں ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے ۱۲۔

آل علیؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل العباسؓ وآل الحارث الی ان قال فقال اکثر الحنفیة وهو المصحح عن الشافعیة والحنابلة انها تجوز لهم صدقة التطوع دون الفرض الخ

وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل عباسؓ وآل حارثؓ مراد ہیں۔ اکثر حنفی (بلکہ سب حنفی جیسا عنقریب آئے گا) اور شوافع کا صحیح قول اور حنابلہ کا یہی ہے کہ بنو ہاشم کے لیے صدقہ مفروضہ حرام ہے۔ نفلی جائز ہے (وہ حرام نہیں وہو الحق)

۱۸۔ اور مشکوٰۃ جلد ا ص ۱۶۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

ولا الی بنی هاشم وموالیهم وهذا فی ظاهر الروایة وروی ابو عصمة عن ابی حنیفةؒ انه یجوز فی هذا الزمان وان کان ممتنعا فی ذالک الزمان وعنه وعن ابی یوسفؒ یجوز ان یدفع بعض بنی هاشم الی بعض الخ

بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔ اور یہی ظاہر روایت ہے۔ ابو عصمۃ نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ اس زمانے میں جائز ہے کہ زکوٰۃ دی جائے بنو ہاشم کو اور ممانعت اس زمانہ میں تھی اور ایک روایت امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ سے یہ بھی ہے کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں الخ

۱۹۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی (مولانا عبدالرحمان المبارکپوریؒ صاحب ابکار المنن و تحقیق الکلام غیر مقلد) جلد ۲ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں۔

والحدیث یدل علی تحریم الصدقة علی النبی صلی الله علیه وسلم وتحریمها علی آله ویدل علی تحریمها علی موالی بنی هاشم الخ

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صدقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل پر (جو کہ بنی ہاشم ہیں) اور ان کے غلاموں پر حرام ہے۔

۲۰۔ فتح الملہم (شرح صحیح مسلم) جلد ۳ ص ۹۹ میں مولانا عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

وقال ابوحنیفةؒ ومالکؒ واحمدؒ فی

اور امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ اور ایک روایت

روایة هم بنو هاشم فقط ای ان قال	امام احمدؒ سے یہ ہے کہ مراد اہل سے (جن پر صدقہ
قال ابن قدامة لا نعلم خلافاً فی ان	مفروضہ حرام ہے) بنو ہاشم ہی ہیں اور امام ابن قدامہؒ
بنی هاشم لا تحل لهم الصدقة	نے کہا ہے کہ اس میں ہمیں کسی کا اختلاف معلوم
المفروضة وكذا حكى الاجماع ابن	نہیں کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم کے لیے حرام ہے
رسلان الخ مختصراً ملتقطاً۔	اور اسی طرح اجماع نقل کیا ہے امام ابن رسلانؒ
	نے بھی الخ۔

یہاں تک بیس شروح حدیث سے جو قدیماً و حدیثاً لکھے گئے ہم نے حصول مطلب کا ثبوت بہم پہنچایا بعض دوسرے شروح مثلاً مرقاۃ۔ تعلیق الصبیح۔ مرقاۃ الصعود وغیرہ اسی کے مؤید ہیں ہم نے اختصاراً ان کو درج نہیں کیا فلنکتف علی ھذا ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین۔

فائدہ:- آپ یہاں تک یہ پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ امام شافعیؒ اور اہل ظاہر وغیرہ کا بنو المطلب میں اختلاف ہے اور یہ فرماتے ہیں کہ بنو مطلب بھی ہاشم کی طرح صدقہ مفروضہ سے محروم ہیں اور ان کے لیے بھی اسی طرح صدقہ مفروضہ حرام ہے جس طرح بنو ہاشم پر رہی ان بزرگوں کی دلیل تو یہ حدیث ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم	آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک
انما بنو هاشم و بنو المطلب شئ	ہی ہیں اور ذوالقربیٰ کا حصہ ان دونوں
واحد وقسم بینهم سهم ذوی	(بنو ہاشم اور بنو مطلب) میں تقسیم کیا ہے۔
القربیٰ۔	

نووی جلد ۱ ص ۳۴۴ و محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۴۷ و مجموع شرح مهذب جلد ۶ ص ۲۲۶ و فتح الملہم جلد ۳ ص ۹۹ و نیل الاوطار جلد ۳ ص ۵۷ وغیرہ میں یہ مذکور ہے اور اصل حدیث بخاری جلد ۱ ص ۴۴۳ میں موجود ہے۔ بایں الفاظ۔

عن جبیر بن مطعم قال مشیت انا	حضرت جبیرؓ بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت
وعثمان بن عفانؓ الی رسول اللہ صلی	عثمانؓ (غنیمت خیبر تقسیم ہو جانے کے بعد) حضور
اللہ علیہ وسلم فقلنا یارسول اللہ	کے پاس گئے اور عرض کی حضرت کیا وجہ ہے
اعطیت بنی المطلب وترکتنا ونحن	کہ آپ نے بنو المطلب کو حصہ دیا اور ہم کو نہ دیا حالانکہ
وھم بمنزلۃ واحدۃ فقال رسول اللہ	ہم اور وہ برابر ہیں (قرابت میں) حضور نے ارشاد
صلی اللہ علیہ وسلم انما بنو المطلب	فرمایا کہ بنو المطلب اور بنو ہاشم ایک ہی
وبنو ہاشم شئی واحد۔	چیز ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں گروہ (بنو المطلب اور بنو ہاشم) ایک ہی ہیں جو ایک کا حکم ہوگا وہی دوسرے کا حکم ہوگا۔ اور جب بنو ہاشم پر صدقہ، مفروضہ حرام ہے تو بنو المطلب پر بھی حرام ہوگا اس کا جواب ایک تو وہ ہے جو بعض کتب میں منقول ہے مثلاً قاضی شوکانی رئیس طبقہ المحدیث نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵۷ میں لکھتے ہیں۔

واجیب بانہ اعطاھم ذلک	اس (حدیث کے استدلال) سے جواب دیا
لموالاتھم لا عوضا عن	گیا ہے کہ بنو مطلب کو جو حصہ دیا گیا ہے تو اس لئے
الصدقۃ الخ	کہ انکی (بنو ہاشم) کے ساتھ موالات تھی (تو یحتمل معنی آخر الخ)

توجب بنو ہاشم کو حصہ دیا گیا تو ان کو بھی دیدیا گیا اس لیے نہیں دیا گیا کہ یہ صدقہ کی عوض تھا (جیسا کہ بنو ہاشم کے حق میں عند البعض)

ط یہی مذکورہ عبارت فتح الملہم جلد ۳ ص ۹۹ میں مذکور ہے۔

دوسرا جواب علامہ ابن قدامہ (حنبلیؒ المتوفی ۶۲۰ھ) تلمیذ شیخ عبد القادر جیلانی دیتے ہیں جیسا کہ فتح الملہم جلد ۳ ص ۹۹ میں بایں الفاظ منقول ہے۔

ومشارکۃ بنی المطلب لھم فی	بنو مطلب کا بنو ہاشم کے ساتھ شریک ہو جانا

خمس الخمس ما استحقوه بمجرد القرابة بدليل ان بنی عبد شمس وبنی نوفل یساوونھم فی القرابة ولم یعطوا شیئًا وانما شارکوھم بالنصرة او بھما جمیعًا والنصرة لاتقتضی منع الزکوٰة الخ

حصۂ خمس میں محض قرابت ہی کی وجہ سے نہ تھا اس لیے کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل قرابت میں بنو مطلب کے مساوی ہیں حالانکہ ان کو کوئی چیز (بھی خمس خیبر میں سے) نہیں دی گئی تو ان کا شریک ہونا آپ کی نصرت کی وجہ سے ہے. یا قرابت اور نصرت دونوں کی وجہ سے اور نصرت اور مدد کرنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ان کو زکوٰۃ دینی حرام ہے۔

فائدہ ۔ علامہ محقق کی عبارت سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ شرکت قرابت کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے قریبی تھے مگر ان کو خمس کا حصہ نہیں دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو حصہ خمس میں سے ملنا کسی اور علت پر موقوف ہے۔ اور وہ موالات ہی ہو سکتی ہے۔

۲۔ فقط قرابت کی وجہ سے تو یہ بات نہ تھی باقی رہی نصرت اور مدد یا دونوں علت ہوں شرکت فی خمس الخمس کی (الذی قسمہ فی الخیبر) تو نصرت اس کی دلیل نہیں کہ جس نے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی مدد کی ہو اور دین اسلام کی مدد کی ہو تو اس پر زکوٰۃ حرام ہو گی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رض اور حضرت عثمان رض سے بڑھ کر تو کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے آپ کی یا دین کی اتنی خدمت کی ہو جتنی ان بزرگوں نے کی تھی حالانکہ ان کی اولاد میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ حرام نہیں اجماعًا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی بنو مطلب میں سے نہیں۔ شرح مسایرہ قطلوبغا حنفی جلد ۲ ص ۱۶۵ میں ہے۔

۱۔ ابوبکر (المتوفی سنہ ۱۳ھ بعمر ۶۳ سال) ابن ابی قحافہ ۔ عثمان بجد عامر بن عمر و ۲ بن کعب ۳ بن سعد بن تیم ۵ بن مرۃ ۶ الخ

۲ عمرؓ بن خطابؓ بن نفیلہؓ بن عبدالعزیٰ بن ریاحؓ بن عدیؓ بن کعبؓ بن لوئی الخ
۳ عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف الخ

حضرت صدیقؓ اور فاروقؓ حضور سے چھٹے درجے میں جا ملتے ہیں۔ وہ عبدالمطلب کو دور کنار ہاشم سے بھی اوپر جا کر ملتے ہیں اور عثمان پانچویں درجہ میں جا ملتے ہیں یہ نہ بنو مطلب ہیں نہ بنو ہاشم اور اجماعاً ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کی نصرت دین کا کون منکر ہے (الا الشیعۃ الشنیعۃ خذلھم اللہ تعالیٰ فی الدارین) تو معلوم ہوا کہ نصرت منع زکوٰۃ کا سبب نہیں بن سکتی موالات سبب ہو کما مرّ یا احتیاج سبب ہو کما سیجیئ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

شرح عقائد ص۱۱۲ میں لکھتے ہیں۔

ولا یشترط ان یکون (الامام) ھاشمیا او علویا لما ثبت بالدلائل من خلافۃ ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ مع انھم لم یکونوا من ھاشم وان کانوا من قریش الخ	امام کے لیے یہ شرط نہیں کہ ہاشمی ہو کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلفاء (برحق تھے) حالانکہ ہاشمی نہ تھے۔ اور قریش سے تھے۔ الخ۔

فائدہ:۔ صراح ص۲۵۹ میں ہے کہ قریش دریا میں ایک مچھلی کا نام ہے جو سب مچھلیوں پر غالب ہے۔ یہ قبیلہ چونکہ عرب کے سب قبائل پر غالب تھا اس لیے اس کو قریش کہتے ہیں الخ اور نضر بن کنانہ کی تمام اولاد کو قریش کہتے ہیں (کذا فی عزیزی پارہ عم ص۲۴۸) گویا یوں سمجھئے کہ ان کی بہادری کی وجہ سے ان کا قریش لقب ہوا۔

۳ تیسرا جواب جو اس سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو

---

۱ المتوفی ۲۳ھ شہید الطعنۃ ابولؤلؤۃ غلام حضرت مغیرۃؓ بن شعبۃ خلافت ساڑھے بارہ سال عمر ۶۳ سال

۲ المتوفی ۳۵ھ شہید اقتلہ الاسود التجیبی من اہل مصر۔ مدت خلافت ۱۲ سال مگر چند دن کم عمر ۸۲ وقیل ۸۸ سال

ترجمۃ الباب قائم کیا ہے وہ خود اس پر دلالت کرتا ہے اصل عبارت جلد ا صـ ۴۴۲ میں یوں ہے:

باب۔ ومن الدليل على ان الخمس للامام وانه يعطي بعض قرابته دون بعض ماقسم النبي صلى الله عليه وسلم لبني المطلب وبني هاشم من خمس خيبر وقال عمر بن عبد العزيزؒ لم يعمهم بذالك ولم يخص قريبا دون من هو احوج اليه وان كان الذي اعطى لما يشكو اليه من الحاجة ولما مسهم في جنبه من قومهم وحلفائهم انتهى۔

اس مسئلہ پر دلیل کہ امام کو خمس میں اختیار ہوتا ہے جس کو بعض اہل قرابت میں سے دے اور جس کو نہ دے یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المطلب اور بنو ہاشم (میں سے بعض کو) خیبر کا خمس دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز (پہلی صدی کے مجدد المتوفی ۱۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ سب کے لیے عام نہیں اور قرابت والوں میں سے بھی ان کی تخصیص نہیں جو کہ زیادہ محتاج ہوں حضورؐ نے جن کو اس لیے دیا کہ انہوں نے محتاج ہونے کی شکایت کی (کہ ہم فقیر و محتاج ہیں) اور اس لیے کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ (اسلام لانے اور آپ کو رسول ماننے کی وجہ سے) دینے کی وجہ سے اپنی قوم (کفار) اور اپنے حلفاء کی طرف سے تکالیف اور صعوبتیں پیش آئیں۔

فائدہ:۔ حلیف وہ ہوتا ہے جس سے معاہدہ ہو کہ جب ہم جنگ کریں تو بھی ہمارا ساتھ دے گا۔ اور جب صلح کریں تو بھی صلح میں شریک ہوگا۔ وفیہ معان اُخر۔

امام الائمہ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ا۔ کہ امام خمس اپنے بعض قرابت داروں کو دے سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو نہ دے یدل علیہ قولہ دون بعض تو اگر نفس قرابت ہی اس کا سبب ہوتی جس طرح کہ شوافعؒ فرماتے ہیں کہ بنو مطلب و بنو ہاشم شیٔ واحد تو یقیناً بعض کو دینا اور بعض کو نہ دینا ترجیح بلا مرجح ہوتا تو معلوم ہوا کہ نفس قرابت ہی سبب نہیں سبب کچھ اور ہی ہے یا کچھ اور بھی ہے۔ فافہم۔

۲۔ قرابت داروں میں سے بھی وہ بعض اس حکم کے ساتھ مخصوص تھے جو فقیر اور محتاج تھے بدلیل علیہ قولہ احوج الیہ تو اگر نفس قرابت ہی سبب ہوتی تو فقر وغیر فقر احتیاج وعدم احتیاج کی کیا وجہ؟ بلکہ سب کو دیتے۔

۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قول نقل کرکے امام بخاریؒ نے اس بات کو اور واضح اور ثابت کردیا ہے۔ اور فتح الملہم جلد ۲ ص ۹۹ میں لکھا ہے۔

ھکذا روی عن عمر بن عبد العزیز	یہی حضرت عمرؒ بن عبد العزیز سے روایت ہے
انھم بنو ھاشم خاصۃ وکذا قال	اور اس طرح زیدؓ بن ارقم فرماتے ہیں اسی طرح ابن
زید بن ارقمؓ وابن ھبیرۃؒ فی الافصاح	ہبیرۃؒ نے اپنی کتاب افصاح میں ذکر کیا ہے۔
الخ ملخصاً۔	

علاوہ ازیں حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت جو مسلم جلد ۲ ص ۲۷۹ میں مذکور ہے۔ دلیل واضح ہے کہ بنو مطلب اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ ذکر عدم شیٔ کو مستلزم نہیں جیسا کہ اس میں آل الحارث کا ذکر نہیں لیکن دوسرے حوالوں اور روشن دلائل سے یہ شبہ بالکل دور ہوجاتا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے۔

پانچواں باب

ہم اپنے وعدہ کے مطابق اس باب میں روایات فقہیہ پیش کریں گے امید ہے کہ حضرات ان کو بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

ا۔ مبسوط امام سرخسیؒ (ہو محمدؒ بن احمد السرخسیؒ المتوفی فی حدود ۵۰۰ھ و تلمذ علی شمس الائمۃ الحلوانیؒ المتوفی ۴۴۸، ۴۵۲ھ) جلد ۳ ص ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

وكذلك لو صرفها الى هاشمي او مولى هاشمي وهو يعلم بحاله لا يجوز لقوله عليه السلام لا تحل الصدقة لمحمد ولا لآل محمد وعن ابن عباسؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل ارقمؓ بن ابي ارقم على الصدقات فاستتبع ابا رافعؓ فجاء معه فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابا رافعؓ ان الله كره لبني هاشم غسالة الناس

اور اسی طرح اگر زکوٰۃ دی بنو ہاشم کو یا ان کے غلاموں کو تو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ (مفروضہ لما ثبت بالدلائل) نہ تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے نہ اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارقمؓ بن ابی ارقم کو صدقات پر عامل مقرر کیا انہوں نے ابو رافعؓ کو کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو انہوں نے جب حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو رافع اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کے لیے لوگوں کی میل کچیل نہیں جائز

وان مولی القوم من انفسهم و — کی اور غلام کسی قوم کا اسی میں سے شمار ہوتا ہے

هذا فی الواجبات الخ۔ — یہ ممانعت صدقہ واجبہ میں ہے (نفلی جائز ہے)

۲۔ قدوری (شیخ ابوالحسن بن احمدؒ بن محمدؒ بن جعفر البغدادیؒ المعروف بالقدوری المتوفی ۴۲۸ھ) ص۵۴ میں ہے۔

ولا یدفع الی بنی هاشم وهم — زکوٰۃ بنو ہاشم کو نہیں دی جاسکتی (نفلی جائز ہے)

آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل — اور وہ آل علیؓ اور آل عباسؓ اور آل جعفرؓ اور

عقیلؓ وآل الحارث بن عبد المطلب — اہل عقیلؓ اور اہل الحارث ہیں اور ان کے غلاموں

وموالیهم الخ — کو بھی نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ ہدایہ جلد ۱ ص۱۸۶ (شیخ علیؒ بن ابی بکر بن الجلیل الفرغانی المرغینانی شیخ الاسلام برہان الدین المتوفی ۵۹۳ھ) میں ہے۔

لا تدفع الی بنی هاشم لقوله علیه — زکوٰۃ بنو ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ

السلام ان الله حرم علیکم غسالة — والسلام فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی

الناس الحدیث الی ان قال بخلاف — میل کچیل تم پر حرام کر دی ہے بخلاف صدقہ

التطوع الخ — نفلی کے کہ وہ جائز ہے۔

۴۔ کنز الدقائق (لابی البرکات عبد اللہؒ بن احمدؒ بن محمودؒ النسفیؒ المتوفی ۷۱۰ھ) میں ہے۔

ولا الی بنی هاشم وموالیهم الخ — جائز نہیں کہ صدقہ بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو دیا جائے۔

۵۔ شرح وقایہ جلد ۱ ص۲۹۹ (لصدر الشریعۃ عبد اللہؒ بن مسعود المحبوبیؒ المتوفی ۷۴۷ھ) میں ہے۔

ولا الی بنی هاشم وهم الی علیؓ الخ — بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز نہیں اور وہ اہل علیؓ ہیں الخ

۶۔ اور صاحب فتح القدیر (کمال الدین محمدؒ بن ہمام عبد الواحد الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ) جلد ۲ مصری ص۲۴ میں فرماتے ہیں۔

قوله - ولا يدفع الى بني هاشم الخ	زکوٰۃ کا بنو ہاشم کو نہ دینا یہ ظاہر روایت ہے۔
هذا ظاهر الرواية وروى ابو عصمة	اور ابو عصمہ نے امام ابوحنیفہؒ سے جواز کی روایت بھی
عن ابي حنيفة انه يجوز الخ الا ان قال	نقل کی ہے۔ اور جو خمس الخمس والی روایت ہے
واللفظ المروي فان لكم في خمس	وہ غریب ہے۔ اور صحیح وہ حدیث ہے جو مسلم
الخمس الخ هذا حديث غريب	میں عبدالمطلبؓ بن ربیعہ کے طریق سے مروی ہے
والمعروف ما في المسلم جلد ا ص ۳۴۴	(جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) یہی وہ حوالہ ہے
عن عبد المطلب بن ربيعة الحديث	جس کا ہم نے پہلے وعدہ کیا تھا کہ ہاشمی عامل
وهذا ما وعدناك من النص على	نہیں بن سکتا کیونکہ اس حدیث میں صراحت
عدم حل اخذها للعامل الهاشمي الخ	سے مذکور ہے کہ ہاشمی عامل نہیں بن سکتا۔

۷۔ اور صاحب عنایۃ شرح ہدایہ علی فتح القدیر مصری جلد ۲ ص ۲۴ (الاکمل الدین محمدؒ بن محمدؒ بن محمودؒ البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ) فرماتے ہیں۔

قوله ولا الى بني هاشم	نہایہ میں (جو ہدایہ کی شرح حسام الدین حسین
اقول قال في النهاية الخ يجوز	السغناقیؒ المتوفی ۷۱۰ یا ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ نے لکھی ہے)
النفل للهاشمي مطلقا بالاجماع	لکھتے ہیں ان کا قول کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز
وكذا يجوز للغني كذا في	نہیں میں کہتا ہوں کہ نفلی صدقہ بنو ہاشم کے لیے
فتاوى العتابي۔ انتهى۔	بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح غنی کے لیے بھی انتہی۔

فائدہ:۔ یہاں نفلی کو بالاجماع جائز کہا ہے۔ حالانکہ ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک نفلی بھی جائز نہیں کما مر من المحلی فی موضع۔ مگر توجیہ النظر ص ۱۲ میں لکھا ہے۔

وقال بعض الفقهاء ان مخالفة داود	بعض فقہا کہتے ہیں کہ داؤدؒ ظاہریؒ کی مخالفت
الظاهري لا تقدح في انعقاد الاجماع	اجماع میں خلل انداز نہیں ہے یہی اکثر ائمہ اور محققین
على المختار الذي عليه الاكثرون	کا مختار مذہب ہے (اسی طرح ابن حزم ظاہریؒ

والمحققون انتہی ۔

کا اختلاف بھی قابل التفات نہیں)

۸۔ فتاویٰ خانیہ المعروف بقاضیخاں برعالمگیریہ مصری جلد۱ ص۲۴۴ و نولکشور جلد۱ ص۱۲۵ میں یہی عبارت ولا یجوز الدفع الی بنی ہاشم وھم آل علی الخ موجود ہے

۹۔ فتاویٰ سراجیہ نولکشور ص۲۸ (سراج الدین اوشی فرغ من ترتیب الفتاویٰ ۵۶۹ھ) میں بھی یہی عبارت مذکور ہے۔

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد۱ ص۲۰۱ (وفات حضرت عالمگیرؒ ۱۱۱۹ھ) جو علماء ہند کی ذمہ دار جماعت کے تقریباً پانچسو افراد نے مرتب کیا ہے میں بھی یہی مضمون ہے

۱۱۔ اور شرح تنویر جلد۱ ص۱۴۱ میں لکھا ہے۔

ولا یصرف الی بنی ہاشم الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنولھب فتحل لمن اسلم کما تحل لبنی المطلب انتہی ۔

اور زکوٰۃ نہیں دے سکتے بنو ہاشم کو مگر جس کی قرابت کو نص نے باطل کر دیا ہے اور وہ ابولہب (وغیرہ) کی اولاد ہے۔ پس جو اس کی اولاد سے مسلمان ہوئے ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہے جیسا کہ بنو مطلب کے لیے جائز ہے۔

۱۲۔ درمختار جلد۲ ص۵۹ مجتبائی (للعلامۃ علاؤ الدین محمد بن علی الحصکفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ) میں مرقوم ہے۔

وعامل یعم الساعی والعاشر فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا الی ان قال ومکاتب لہاشمی الخ۔

اور عامل جو باہر سے وصول کر کے لائے اور چونگی میں بیٹھ کر وصول کرے دونوں کے لئے ہے تو عامل کو زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے اگرچہ غنی ہو مگر ہاشمی کو جائز نہیں اور اسی طرح ہاشمی کے مکاتب کو بھی جائز نہیں۔

فائدہ۔ مکاتب وہ شرعی غلام ہوتا ہے جس کو مالک یہ کہے کہ اتنی رقم مجھے لاکر دے تجھے آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد جو رقم غلام کمائے وہ اسی کی ہوگی جب رقم ادا کر دی

تو آزاد ہو جائے گا۔ الا اذا عجز عن بدل الکتابت فلیراجع لہ کتب القوم۔

۱۴۳۔ رد المحتار المعروف بالشامی مجتبائی جلد ۲ ص ۵۹ (للعلامۃ ابن عابدین الشامیؒ المتوفی ۱۲۵۲ھ وکذا فی احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۲۳) میں ہے

فلا تحل للعامل الهاشمي تنزيها لقرابة النبي صلى الله عليه وسلم عن شبهة الوسخ وتحل للغني لانه لا يوازي الهاشمي في استحقاق الكرامة فلا يعتبر الشبهة في حقه (زيلعي) على ان منع العامل الهاشمي من الاخذ صريح في السنة بسطه في الفتح۔

زکوٰۃ سید عامل کو جائز نہیں کیونکہ حضور کی قرابت کو منزہ رکھنا منظور ہے (بحکم حدیث) میل کچیل کی مشابہت سے بھی اور غنی کے لیے جائز ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے درجہ شرافت کو نہیں پہنچ سکتا تو اس کے حق میں شبہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ زیلعی میں ہے۔ اس کے علاوہ ہاشمی پر حرمت تو صریح حدیث سے ثابت ہے۔ جس کی پوری شرح فتح القدیر میں ہے۔

امام عمر بن نجیم المصریؒ (المتوفی ۱۰۰۵ھ) النہر الفائق میں اور علامہ حسام الدین السغناقیؒ المتوفی ۷۱۰ھ) النہایہ میں لکھتے ہیں۔

لو استعمل الهاشمي على الصدقة فاجري له منها رزق لا ينبغي له اخذه ولو عمل ورُزق من غيرها فلا باس به قال في البحر وهذا يفيد صحة توليته وان اخذه منها مكروه لا حرام الخ والمراد كراهة تحريم الخ۔

اگر عامل ہاشمی کو صدقات پر مقرر کیا گیا اور اس کو ان صدقات کے علاوہ کسی دوسرے مال سے اجرت دیدی گئی تو اس میں حرج نہیں بحر میں لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمی کو اس کام پر مقرر کرنا جائز ہے۔ اور ہاشمی غیر زکوٰۃ سے بطور اجرت لے سکتا ہے مگر مکروہ ہے حرام نہیں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ صاحب بحر کے کلام میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے

علامہ شامیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہاشمی کے لیے زکوٰۃ سے اُجرت لینا بھی درست نہیں ہے۔

اور علامہ شامیؒ مکاتب ہاشمی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

لانہ اذا لم یجز لمعتق الھاشمی الذی صار حرا یدا و رقبۃ فمکاتبہ الذی بقی مملوکا رقبۃ اولیٰ و من البحر عن المحیط قالوا لا یجوز لمکاتب الھاشمی وقال الشامی فی المدیون ونقل عن الحموی انہ یشترط ان لا یکون ھاشمیا۔

اس لیے کہ جب ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو دینا جائز نہیں جب کہ وہ مال و نفس کا مالک بھی خود ہوگیا ہو۔ تو وہ مکاتب جس کی گردن مالک کے قبضہ میں باقی ہے بطریق اولیٰ اس پر ناجائز ہوگی۔ محیط سے بحر میں نقل کیا ہے کہ فقہاء کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ہاشمی کے مکاتب کو جائز نہیں تو مقروض کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ مدیون و مقروض ہاشمی نہ ہو (مقروض ہاشمی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے)۔

اور در مختار جلد ۲ صلا میں لکھتے ہیں۔

ولا الیٰ بنی ھاشم الا من ابطل النص قرابتہ وھم بنو لھب فتحل لبنی المطلب ثم ظاھر المذھب

اور بنو ہاشم میں سے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جس کی قرابت از روئے حدیث، دلیل باطل ہوچکی ہے۔ جیسے ابولہب اور علامہ علیؒ نے جو یہ

فائدہ :- ہشم کے معنی (کسر) توڑنے کے ہیں چونکہ انہوں نے سب سے پہلے روٹی توڑ کر سالن میں ڈال کر ثرید بنایا تھا اس لیے ان کو ہاشم کہنے لگے جامع الرموز صلا اور صراح ص۹۲ میں ہے کہ ان کا نام عمرو ہے۔ عمرو العلا ھشم الثرید لقومہ۔ ورجال مکۃ مسنتون عجاف، بلند قدر عمرو نے قوم کے لیے ثرید بنایا اس حالت میں کہ مکہ والے قحط سالی کی وجہ سے پتلے دبلے تھے ۱۲۔

اطلاق المنع وقول العینیؒ والهاشمی
یجوزله دفع زکواة لمثله صوابه
لایجوز نهر

کہا ہے کہ بعض بنو ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں
درست و راست یہی بات ہے کہ جائز نہیں۔

اور علامہ شامی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قوله- اطلاق المنع یعنی سواء فی
ذالك کل الازمان وسواء فی
ذالك دفع بعضهم لبعض ودفع
غیرهم لهم وروی ابوعصمة
عن الامام انه یجوز الدفع الی
بنی هاشم فی زمانه لان عوضها
وهو خمس الخمس لم یصل الیهم
لاهمال الناس امر الغنائم وعدم
ایصالها الی مستحقیها واذا لم یصل
العوض عاد الی المعوض کذا فی البحر
وقال فی النهر وجوز ابو یوسفؒ
دفع بعضهم الی بعض وهو روایة
عن الامام وقول العینیؒ والهاشمی
یجوزله ان یدفع زکواته الی هاشمی
مثله عند ابی حنیفة رح خلافا لابی
یوسفؒ صوابه لایجوز ولا یصح حمله
علی اختیار الروایة السابقة عن

یہ حکم جو مطلق منع کا نقل کیا ہے اس سے سب
زمانوں کے متعلق ممانعت ثابت ہوئی۔ اور اسی
طرح اگر بعض ہاشمی بعض کو دیں یا غیر ہاشمی ان کو
دے سب ناجائز ہے۔ اور ابو عصمہ نے امام ابو حنیفہ
سے جواز نقل کیا ہے اپنے زمانہ میں کیونکہ زکوٰۃ
کا عوض خمس الخمس ہاشمیوں کو اب نہیں ملتا جب
خمس الخمس نہیں ملتا تو اصل (یعنی زکوٰۃ) ان کو
ملے گی۔ کذا فی البحر۔
اور نہر میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
بعض بنو ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں اور ایک
روایت امام اعظمؒ سے بھی یہی ہے۔ علامہ عینیؒ
کا قول کہ بنو ہاشم بعض بعض کو دے سکتے ہیں یہ
امام صاحبؒ کا مذہب ہے امام ابو یوسفؒ ان
کے مخالف ہیں درست بات یہ ہے کہ جائز
نہیں امام اعظمؒ کے نزدیک بھی) اور یہ صحیح نہیں
نہیں کہ اس (جواز کے) قول کو امام صاحبؒ
کے پہلے قول پر ترجیح دی جائے (جس میں منع

الامام لمن تامل الخ کلام صاحب النہر
ووجھہ انہ لو اختار تلک الروایۃ ما
صح قولہ خلافا لابی یوسفؒ من انہ
موافق لہا الخ کلام الشامیؒ۔

کیا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے) عند المتامل۔
شامیؒ فرماتے ہیں اس لیے کہ اگر امام اعظمؒ کے
نزدیک جائز ہوتی تو خلافا لابی یوسفؒ کا کیا معنی؟
کیونکہ جب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی جائز ہے
اور امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہے تو خلافا لابی
یوسفؒ کا کیا معنی؟ فتدبر۔

فائدہ: ہم نے علامہ شامیؒ کی عبارت بالتفصیل اس لیے پیش کی ہے کہ بعض ناواقف دوست (جیسا کہ میں نے سبب تالیف میں لکھا ہے) علامہ موصوفؒ کی عبارت کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک سادات کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔

جو بھی سلیم الطبع اور منصف مزاج ہے علامہ موصوفؒ کی عبارت سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے؟ اور ان کی عبارت سے مندرجہ ذیل کے فوائد ہمیں حاصل ہوئے۔

۱۔ علامہ حصکفیؒ نے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض بنوہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں علامہ شامیؒ نے صوابہ لا یجوز۔ کہہ کر اس کو رد کر دیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن عابدینؒ نے سب ازمنہ کی تعمیم کر کے اس روایت کی تردید کر دی جو ابوعصمہ سے وکان ممتنعاً فی ذالک الزمان الخ کے الفاظ سے نقل کی جاتی ہے اور ساتھ ہی وسواء فی ذالک دفع بعضھم لبعض کہہ کر ان مجوزین کی تمام تر ناجائز تاویلات کی جڑ کاٹ دی ہے۔

۳۔ جو روایت امام صاحبؒ سے منقول تھی (گو یہ نقل غیر معتبر ہے) کہ امام صاحبؒ دفع بعضھم لبعض کے قائل ہیں صوابہ لا یجوز کہہ کر اس کا قلع قمع کر دیا ہے۔

۴۔ ہر ایک مسئلہ کے ساتھ غیر ہاشمی کی قید بڑھا کر بات اور پختہ کر دی ہے مثلاً مدیون میں غیر ہاشمی۔ عامل میں غیر ہاشمی مکاتب میں غیر ہاشمی کی قیود اسی لیے لگائی ہیں

کہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

اب ان بالا تصریحات کے سُننے پڑھنے کے بعد بھی کوئی منصف مزاج یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ درمختار یا شامی میں ہاشمی کے لیے زکوٰۃ یا عامل بن کر زکوٰۃ کی رقم سے اُجرت لینا جائز لکھا ہے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

۱۴۔ اور علامہ محمد عبدالرحمٰن الدمشقی (الشافعیؒ) ص۲۶،۴۵ رحمۃ الامۃ میں لکھتے ہیں۔

واجمعوا علی تحریم الصدقة المفروضة	سب علماء (محدثینؒ وفقہاءؒ) کا اس پر اتفاق ہے
علی بنی هاشم وهم خمس بطون	کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم پر حرام ہے اور وہ آل علیؓ و
ال علیؓ وال عباسؓ وال جعفرؓ وال عقیلؓ	آل عباسؓ و آل جعفرؓ و آل عقیلؓ و آل حارثؓ ہیں مگر
وال الحارث بن عبد المطلب واختلفوا	اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے کہ بنو مطلب بھی
فی بنی عبد المطلب فحرمها[1] مالك و	اسی حکم میں شامل ہیں یا نہیں تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ
الشافعیؒ واحمد فی قولیه وجوزها	اور امام احمدؒ (فی روایۃ مشہورۃ) بنو مطلب پر بھی
ابوحنیفةؒ الخ	حرام کا فتویٰ دیتے ہیں اور امام اعظمؒ جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۵۔ اور نیل الاوطار جلد ۴ ص۵۹ میں ہے۔

ولما آل النبی علیه السلام فقال اکثر	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل پر صدقہ مفروضہ
الحنفیة وهو المصحح عن الشافعیة و	کو حرام سمجھنے والے اکثر احنافؒ و شوافعؒ و حنابلہؒ اور
الحنابلة وکثیر عن الزیدیة انها	بہت سے فرقہ زیدیہ کے علماء ہیں۔ اور دلیل
تجوز لهم صدقة التطوع دون الفرض	یہ ہے کہ میل کچیل مفروضہ صدقہ ہی ہے نفلی
قالوا لان المحرم علیهم انما هو اوساخ	صدقہ میل کچیل نہیں ہے۔ بحر میں لکھا ہے
الناس وذالك هو الزکوة لا صدقة	کہ صدقہ تطوع (نفلی) کو ہبہ اور ہدیہ پر قیاس

---

[1] فائدہ: فتح الملہم جلد ۳ ص۹۹ میں امام مالکؒ کا مسلک امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

التطوع وقال فی البحر انه خص صدقة التطوع بالقیاس علی الهبة والهدیة الخ | کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔

۱۶۔ اور شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ میں وہی عبارت جو قاضیخاں وغیرہ سے پیش کی گئی ہے موجود ہے۔

۱۷۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ مع ترجمہ شموس البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹

قوله انما هذه الصدقات هی اوساخ الناس الخ اقول انما کانت هذه اوساخ لانها تکفر الخطایا وتدفع البلاء وتقع فداء عن العبد الخ | یہ صدقات میل کچیل ہیں میں کہتا ہوں اس تکمیل میں کہ یہ لوگوں کے گناہ دھوتے ہیں اور تکالیف دُور کرتے ہیں (یعنی صدقات کی وجہ سے بعض تکالیف دُور ہوتی ہیں کما ورد فی الحدیث الصدقة تمنع میتة السوء الجامع الصغیر ص ۵۰ ج ۲) اور یہ بمنزلہ فدیہ کے واقع ہوتے ہیں بندے سے (تو ان میں کچھ نہ کچھ میل آ گئی جو میری اہل کے لیے جائز نہیں)

۱۸۔ البحر الرائق جلد ۲ مصری صفحہ ۲۴۶ للعلامۃ زین العابدین ابن نجیم المصریؒ مؤلف اشباہ وغیرہ المتوفی سنہ ۹۷۰ھ)

قوله وبنی هاشم ای لا یجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة ولحدیث ابی داؤد مولی القوم من انفسهم وانا لا ناکل الصدقة الی ان قال وقیده المصنف فی الکافی تبعا لما فی الهدایة و | بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اہل بیت ہیں اور ہمارے لیے زکوٰۃ جائز نہیں اور ابوداؤد کی روایت میں موجود ہے کہ غلام قوم کا قوم ہی میں سے اس کا شمار ہوتا ہے (اور ہم چونکہ صدقہ نہیں کھایا کرتے) لہذا ہمارے غلام بھی نہیں کھا سکتے۔ اور مصنف نے کافی میں ہدایہ اور شرح ہدایہ کی پیروی کرتے ہوئے پانچ بطنوں

شروحها بآل علیؓ وآل عباسؓ
وجعفرؓ وعقیلؓ وحارث ومشی
علیه الشارح الزیلعیؒ والمحقق فی
الفتح القدیر الی ان قال ونص
فی البدائع علی ان الکرخیؒ قید
بنی هاشم بخمسة من بنی
هاشم فکان المذهب التقیید
لان الامام الکرخیؒ ممن هو اعلم
بمذهب اصحابنا الی ان قال
وهذا فی الواجبات کالزکوٰة والنذر
والعشر والکفارة واما التطوع و
الوقف فیجوز الصرف الیهم الخ
الی ان قال واطلق الحکم فی
بنی هاشم ولم یقید
بزمان ولا بشخص للاشارة
الی رد روایة ابی عصمة عن الامام
انه یجوز الدفع الی بنی هاشم فی
زمانه لان عوضها وهو خمس
الخمس لم یصل الیهم لاهمال
الناس امر الغنائم وایصالها
الی مستحقیها واذا لم یصل الیهم

(آل علیؓ آل عباسؓ وآل جعفرؓ آل وعقیلؓ وآل حارثؓ)
کی قید لگائی ہے اور اسی کو امام زیلعیؒ اور ابن ہمامؒ نے
اختیار کیا ہے اور بدائع میں نقل یہ پیش کیا ہے کہ
علامہ کرخیؒ (المتوفی ۳۴۰ھ) نے بنو ہاشم کو پانچ
بزرگوں کے ساتھ مقید کیا ہے (آل علیؓ وغیرہ) تو
مذہب (حنفی) یہی ہوگا کہ بنو ہاشم کو ان پانچ حضرات
کی اولاد سے مقید کیا جائے (نہ یہ کہ تمام بنو
ہاشم مراد ہوں) کیونکہ امام کرخیؒ احناف کے
مذہب کو خوب جانتے ہیں۔ یہ حکم واجبات
میں ہے مثلاً زکوٰۃ نذر عشر کفارہ اور نفلی
صدقات اور وقف وغیرہ تو ان (یعنی
سادات کو) دینا جائز ہے (یہی احناف
کا بلکہ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے)
اور بنو ہاشم میں کسی زمانہ اور کسی شخص
کی قید نہیں لگائی (بلکہ حکم کو مطلق چھوڑا ہے)
اس میں اشارہ ہے کہ جو روایت ابو عصمہ
نے امام اعظمؒ سے جواز کی نقل کی ہے کہ اس زمانہ
میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ کیونکہ جو
ان کا حق تھا خمس الخمس (خمس کا پانچواں حصہ) جب
ان کو نہیں پہنچا کیونکہ لوگوں نے غنیمت کو
جہاد کے ترک کی بنا پر چھوڑ دیا ہے اور جب

العوض عادوا الی المعوض وللاشارة
الی رد روایة بان الهاشمی یجوز لہ
ان یدفع زکوٰتہ الی ہاشمی
مثلہ لان ظاہر الروایة المنع
مطلقا وقید بمولی الہاشمی
لان مولی الغنی یجوز الدفع
الیہ انتہی کلام صاحب البحر الرائق ملتقطاً

کہیں حاصل بھی ہو تو غیر مستحق کو دی جاتی ہے تو
اس بنا پر جب ان کو خمس الخمس نہیں ملتا تو زکوٰۃ
دینی جائز ہوگی۔ یہ روایت مردود (ونا قابل
عمل) ہے۔ اور نیز اس (اطلاق) میں اشارہ ہے کہ
جو روایت یہ نقل کی جاتی ہے کہ بنو ہاشم بعض بعض
کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یہ بھی مردود ہے۔ اور بنو ہاشم
کے غلام کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غنی کے غلام کو
زکوٰۃ دینا جائز ہے اور مولیٰ (غلام) ہاشمی کو دینا جائز
نہیں ہے۔

ہمیں اس عبارت مذکورہ بالا سے چند اہم فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ یہ کہ صدقات بر بنی ہاشم کا مضمون کسی فقہی روایت یا قیاس ہی سے نہیں ثابت بلکہ احادیث صحاح سے ثابت ہے یدل علیہ قولہ لحدیث البخاری ولحدیث ابی داؤد (وغیرہما)

۲۔ بنو ہاشم سے سب نہیں مراد بلکہ بطون خمسہ (پانچ قبیلے) مراد ہیں یدل علیہ قولہ قیدہ المصنف الخ۔

۳۔ یہ حرمت صدقات مفروضہ میں ہے تطوع (نفلی) وقف میں نہیں (وقف میں بھی اختلاف ہے کما مر منا فتذکرہ) یدل علیہ قولہ واما التطوع الخ

۴۔ امام کرخی حنفیؒ جو کہ اعلم ہیں بمذہب ابی حنیفہؒ وہ بنو ہاشم پر صدقات کو حرام فرماتے ہیں اور ان کو پانچ بطون سے مقید کرتے ہیں۔ یدل علیہ قولہ نص فی البدائع الخ

۵۔ جو روایت ابو عصمہ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز کی نقل کی ہے وہ مردود ہے اور قابل اخذ نہیں یدل علیہ قولہ للاشارة الی رد الخ۔

۶۔ نیز یہ روایت کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مردود ہے یدل علیہ قولہ بان الہاشمی یجوزلہ الخ۔

۷۔ مولیٰ ہاشمی کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہیں۔ یدل علیہ قولہ وقید بمولی الہاشمی الخ۔

ان فوائد کو مستحضر رکھنا تاکہ ہمیں آگے کام آئیں گے داشتہ آید بکار۔

فائدہ عظیمہ۔ البحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ میں ہے۔

عباسؓ وحارث عمّان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعفر وعقیل اخوان لعلی بن ابی طالب وھو (ای علیؓ) ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لابی طالب اربعة من الاولاد ولد طالب فمات ولم یعقب وکان بینہ وبین عقیل عشر سنین وبین عقیل وجعفر عشر سنین وبین جعفر وعلی عشر سنین وامھم فاطمة بنت اسد بن عبد مناف کذا فی غایة البیان وجمھرة النسب الخ

حضرت عباسؓ اور حارث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچے ہیں اور حضرت جعفرؓ اور عقیلؓ علی بن ابی طالب کے بھائی ہیں (اور یہ حضور کے چچے زاد بھائی ہوئے) ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالب اسی کے نام سے کنیت ابوطالب مشہور تھی عرب کی عادت تھی بڑے بیٹے کے نام سے کنیت رکھتے تھے (للتفاول ایضاً راجع لہ کتب الکنی) طالب کی اولاد نہ تھی پھر دس سال کے بعد حضرت عقیلؓ اور ان کے بعد دس سال حضرت جعفرؓ اور ان کے بعد دس سال حضرت علیؓ پیدا ہوئے (اور یہ سب صاحب اولاد تھے) اور ان کی ماں فاطمہ بنت اسد بن عبد مناف تھی کتاب غایۃ البیان (للعلامۃ الامیر کاتب الاتقانی ؒ المتوفی ۷۵۸ھ) اور کتاب جمہرۃ النسب میں یوں ہی لکھا ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ و توفیقہ ہم نے چونکہ اس باب میں مسئلہ کے ہر پہلو پر مختصر مگر کار آمد بحث کرنی ہے لہٰذا ہم یہ بحث بھی مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ حافظ محب الطبریؒ (احمدؒ بن عبداللہ المکیؒ المتوفی ۶۹۴ھ) اپنی مشہور کتاب ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ میں۔

۲۔ اور علامہ قسطلانیؒ (احمدؒ بن محمد المصریؒ المتوفی ۹۳۲ھ) اپنی مشہور تصنیف مواہب اللدنیہ میں۔

۳۔ اور علامہ زرقانیؒ جلد ۱ ص۱۴۲ (محمدؒ بن عبدالباقیؒ بن یوسف الزرقانی المصریؒ المتوفی ۱۱۲۲ھ) شرح المواہب اللدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (عربی عبارت ہم بوجہ طول نہیں پیش کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے علاوہ آپ کے بارہ چچے تھے ہم بشمولیت آپ کے والد ماجد کے سب کا اختصاراً تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ والد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی شادی ہوئی تو ان کی عمر سترہ برس کچھ زیادہ تھی شام کو تجارت کے لیے گئے اور واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ میں بیمار ہو کر انتقال کر گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی ولادت نہیں ہوئی تھی (راجع لہ الزرقانی جلد ۱ ص۱۴۲ و طبقات ابن سعد وغیرہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ الخ تھا اور آپ کی نانی کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ تھا (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص۱۱۰) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص۱۷۹)

۲۔ حارث بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کے سب بیٹوں میں بڑے تھے اور اپنے (باپ عبدالمطلب) کی موجودگی میں قبل از ظہور اسلام انتقال کر گئے ان کی اولاد حضرت ابوسفیان (یہ حضرت ابوسفیان بن حرب نہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد ہیں،

ونوفل وربیعۃ ومغیرہ وعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو سب صحابی ہیں۔

۳۔ ابوطالب ان کا نام عبد مناف ہے۔ یہ حضرت عبداللہ والد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے عینی (ماں اور باپ دونوں کی طرف سے) بھائی ہیں نہ خود ایمان لائے نہ اُن کے بڑے بیٹے طالب باقی ان کے تین بیٹے حضرت عقیلؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت علیؓ اور ایک بیٹی حضرت ام ہانیؓ سب مسلمان ہوئے۔

بنایہ شرح ہدایہ جلد ا صـ۱۱۱۵ (البدر الدین محمودؒ بن احمد العینی الحنفیؒ شارح صحیح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ) میں ہے۔

ذھب بعض الشیعۃ (الشنیعۃ) الی	بعض شیعہ (لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو کر مرے
انہ (ای ابوطالب) مات مسلما والذی	لیکن بخاری (وغیرہ) میں اس کے خلاف مذکور ہے
صح فی البخاری یخالفہ انتہی۔	اور یہی صحیح ہے (کہ کفر کی حالت میں مرے)

بخاری کی جس حدیث کی طرف علامہ محقق نے اشارہ فرمایا ہے وہ جلد ۲ صـ۶۷۵ میں بایں الفاظ مروی ہے۔

لما حضرت ابا طالب الوفات	کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت ہوا تو
دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس
وسلم وعندہٗ ابوجہل وعبداللہ	تشریف لے گئے اور وہاں ابوجہل اور حضرت
بن ابی امیۃ فقال النبی صلی	عبداللہؓ بن ابی امیہ (جو ۸ھ میں مسلمان ہوئے
اللہ علیہ وسلم۔ ای عمّ قل	ہیں) موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے میرے چچے لا الٰہ
لا الہ الا اللہ اُحاجُّ لک بہا عند اللہ	الا اللہ پڑھیں تاکہ میں تمہارے لیے خدا تعالیٰ کے ہاں
فقال ابوجہل وعبداللہ بن ابی	شفاعت کرسکوں ابوجہل وعبداللہؓ بن ابی امیہ نے کہا
امیۃ یا اباطالب اترغب عن	اے ابوطالب اب تم (اپنے باپ) عبدالمطلب کے
ملۃ عبدالمطلب فقال النبی	مذہب سے ہٹنا چاہتے ہو (جب مسلمان نہ ہوا۔ اور اسی

صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لك ما لم انه عنك فنزلت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

حالت میں فوت ہوگیا، تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے منع نہ کیا جائے (یہ حضور کی شفقت کی بنا پر تھا۔ تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی نبی کو اور مومنوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار (دعائے مغفرت کریں) اگرچہ قریبی ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان کو خوب معلوم بھی ہو جائے کہ (وہ کفر و شرک پر موت کی وجہ سے) جہنمی ہیں (حضور نے پھر دعا کرنی بھی چھوڑ دی)

اور جلد ا صـ۱۸۱ میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه ويعودان بتلك المقالة حتى قال ابوطالب آخر ما كلمهم به هو على ملة عبد المطلب وابى ان يقول لا اله الا الله الحديث

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر بار بار یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ وہی بات دہراتے رہے کہ تو اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت کو ترک کرتا ہے؟ یہاں تک کہ آخری بات ابوطالب نے جو ان سے کہی وہ یہی تھی کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہی ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

بعینہ یہی حدیث بتغیر بعض الفاظ و باتحاد مضمون مسلم جلد ا صـ۴۰ میں مذکور ہے۔ اور صحیح مسلم جلد ا صـ۱۱۵ میں یہ روایت بھی منقول ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلين يغلى منهما دماغه۔

آپ فرماتے ہیں کہ سب سے ہلکا عذاب دوزخیوں میں سے ابوطالب کو ہوگا کیونکہ کفر پر رہتے ہوئے بھی حضور کی بڑی ہمدردی کی، اس کے پاؤں پر (آگ کے) جوتے ہوں گے جس کی وجہ سے دماغ ابلتا ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ ومن سائر انواع العذاب۔

ان صحیح روایات سے ان کا بحالت کفر ہی وفات کرنا ثابت ہوتا ہے وفات سنہ ۱۰ نبوت میں ہوئی تین دن کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی (نووی جلد ۱ ص ۴۲)

بریلوی حضرات کے مفتی احمد یار خاں صاحب نور العرفان ص ۶۲۵ میں لکھتے ہیں کہ۔ ابوطالب نے کی ایسی خدمتیں کی ہیں کہ سبحان اللہ مگر ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ جنتی نہ ہوئے خیال رہے کہ ابوطالب کے ایمان میں اہل السنت میں اختلاف ہے حق یہ ہے کہ وہ شرعاً مؤمن نہ تھے الخ

سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر ص ۱۴۶ میں ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے (جو اس وقت تک کافر تھے) کان لگا کر سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے بیے کہا تھا ابوطالب وہی کہہ رہے ہیں۔ اس روایت میں چند وجوہ سے کلام ہے۔

۱۔ یہ روایت تاریخ کی ہے حدیث کی نہیں اور صحیح مسلم و بخاری وغیرہ کے مقابل ہے تو ترجیح صحیحین کو ہوگی۔

۲۔ یہ روایت محمد بن اسحٰق سے ہے جس پر اس بحث کو ختم کرکے ہم کلام کریں گے۔

۳۔ اس روایت کے سلسلے میں عباسؓ بن عبد اللہؓ بن معبدؒ گو ثقہ راوی ہیں۔ اور حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ صحابی ہیں مگر بیچ کا ایک راوی رہ گیا ہے تو یہ روایت منقطع ہوئی جو جمہور کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً جب اس کے مقابل صحیح و صریح روایت ہو۔

فائدہ۔ بعض علماء کو یہ غلطی ہوئی کہ بخاری و مسلم کے اخیر کے راوی حضرت مسیبؓ ہیں جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور ابوطالب کی وفات کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لیے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ یہ روایت بھی مرسل ہے الخ اس سے وہ بخاری و مسلم کی روایت کی اہمیت کو کم

کرنا چاہتے ہیں) ہم نے اسی لیے علامہ عینیؒ کی (بنایہ) سے عبارت نقل کی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید علامہ عینیؒ بھی اس کے قائل ہیں۔ پہلے تو مرسل حضرات صحابہؓ جمہورؒ کے نزدیک حجت ہے۔ جیساکہ (۱) تقریب النواوی ص۷۱ میں علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

اما مرسل الصحابة ـ وهو روايته مالم يدركه او يحضره كقول عائشة اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصالحة فمذهب الشافعيؒ والجماهير انه يحتج به ـ وقال الاستاذ ابو اسحٰق الاسفرائنى الشافعى انه لا يحتج به الا ان يقول انه لا يروى الا عن الصحابى والصواب الاول انتهى ـ

حضرات صحابہؓ کا مرسل یعنی وہ روایت جو صحابی نقل کرے اور اس وقت کو (جس کی روایت کر رہا ہے) نہ پایا ہو یا اس وقت مسلمان تو ہو گیا ہو مگر موجود نہ تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ (حالانکہ یہ اس وقت موجود بھی نہ تھیں یہ ۵ھ نبوت میں پیدا ہوئیں) فرماتی ہیں کہ اول جو آثار وحی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئے وہ سچی خوابیں تھیں (جو چھ ماہ قبل از بعثت دیکھتے رہے) امام شافعیؒ اور جمہور اہل اسلام فرماتے ہیں کہ ایسا مرسل صحابی حجت ہے۔ امام ابو اسحٰق اسفرائنیؒ (شافعی المذہب) کہتے ہیں کہ جب تک یہ نہ ثابت ہو جائے کہ یہ صحابی کسی تابعی وغیرہ سے روایت نہیں کرتا بلکہ صحابی ہی سے روایت کرتا ہے تو ایسا مرسل حجت ہوگا ورنہ حجت نہ ہوگا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے کہ مطلقاً مرسل صحابی حجت ہوتا ہے۔

اور نوویؒ جلد ۲ ص۲۸۴ میں فرماتے ہیں مرسل الصحابی حجة عند الجمهور۔ انتہی

۲۔ ایسی ہی عبارت کتاب القراۃ للبیہقیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) ص۱۴۶ میں مذکور ہے

۳۔ تعلیق الحسن جلد ۲ ص۷۷ میں حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عراقیؒ سے بھی بعینہا یہی عبارت پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر دو منٹ کے لیے یہ بھی تسلیم

کر لیا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جب کہ کوئی اور مرسل یا مرفوع روایت اس کی تائید بن سکے تو جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ راجع مقدمۂ نووی ص۱۷۔

اور اس کی مؤید حدیث مسلم جلد ۱ ص۴۰ میں حضرت ابوہریرہؓ سے بایں الفاظ مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ قل لا الہ الا اللہ اشھد لک بھا یوم القیمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علی ذلک الجزع لاقررت بھا عینک فانزل اللہ تعالی انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء	حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جان لا الہ الا اللہ کہہ تاکہ میں تیرے لیے قیامت کے دن گواہی دے سکوں چچے نے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کے عار کا خوف نہ ہو تو میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا (یعنی کلمہ پڑھتا جو تجھے خوشی ہوتی) تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اے نبی آپ (ہدایت کا راستہ تو بتلا سکتے ہیں) مگر جس سے آپ محبت کرتے ہیں اس کو حقیقۃً ہدایت دے دینا خدا تعالی کا کام ہے (آپ کا نہیں)

غنیۃ الطالبین ص۱۱۶ میں ہے فالدعوۃ الیہ علیہ السلام والھدایۃ لیست الیہ لانہ علیہ السلام قال بعثت ھادیا ولیس الیّ من الھدایۃ شئی الخ کہ دعوت الی الاسلام تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کام ہے۔ ہدایت دے دینا ان کا کام نہیں، کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں ہدایت کا راستہ بتلا تو سکتا ہوں ہدایت دے نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحیح احادیث اس مضمون کی موجود ہیں کہ ابوطالب کی وفات کفر پر ہوئی (ملاحظہ ہو حاشیہ سیرت النبی از علامہ سید سلیمان ندویؒ ج ۱ ص۲۴۳) طبع لاہور۔

گو حضرت ابوہریرہؓ ہجرت کے بعد سنہ ۷ھ کو مسلمان ہوئے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ لیکن جمہور کا مذہب جیسا کہ پہلے ہم نے پیش کیا ہے یہی

ہے کہ مرسلِ صحابی کا حجت ہے نیز ہم نے اس کو تائید کے لیے پیش کیا ہے۔

تدریب الراوی۔ للامام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) مصری ص ۲۸ وحبل المتین ص ۱۷ وتعلیق الحسن جلد ۲ ص ۸۷ وص ۴۸ للمحقق النیمویؒ تلمیذ مولانا عبد الحیؒ (المتوفی ۱۳۲۴ھ) وابکار السنن ص ۱۷۹ وص ۱۳۱ ومقدمہ نووی ص ۱۶ ومیزان الاعتدال جلد ا ص ۳ وانہاء السکن مقدمہ اعلاء السنن ص ۲۴ واللفظ للآخر (لفظ انہاء السکن کے ہیں)

الضعیف یکفی للاعتبار وھذا مجمع علیہ بین المحدثین الخ

ضعیف روایت سے تائید ہو سکتی ہے یہ علماء محدثین کا اتفاقی مسئلہ ہے۔

تو جب ضعیف روایت سے تائید جائز (بلکہ محدثین کا اتفاق) ہے تو یہ مذکورہ بالا صحیح روایت جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کیوں قابل تائید نہیں

ایک اعتراض اور اس کا مدلل جواب۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ یہاں مسلم کی روایت میں لعمہ کا لفظ ہے جس کا معنی ہے کہ اپنے چچا کو کہا تو جب آپ کے ابوطالب کے بغیر بھی اور بہت سے چچے تھے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اور مراد ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نووی جلد ا ص ۴۰ اور فتح الملہم جلد ا ص ۱۹۷ میں ہے

فقد اجمع المفسرون علی انہا نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعہم علی ھذا الزجاج (المتوفی ۳۱۱ھ) وغیرہ الخ

سب اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ یہ آیت (انک لا تہدی الخ) ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی امام زجاجؒ وغیرہ نے بھی اس اجماع کو نقل کیا ہے۔

نیز مسلم جلد ا ص ۱۱۵ میں ہے۔

عن عبد اللہ بن الحارث قال سمعت العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان

حضرت عبد اللہؓ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں

اباطالب كان يحوطك وينصرك ويغضب لك فهل نفعه ذلك قال نعم وجدته فى غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح[1]

کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوطالب کا کیا حال ہوگا وہ تو آپ کی حفاظت کرتا تھا مدد کرتا رہا۔ آپ کے لیے لوگوں سے جھگڑتا (ناراض ہوتا) رہا تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ نے فرمایا ہاں میں نے اس کو جہنم کی گہری آگ میں پایا اور میں نے اس کو نکالا تھوڑی آگ کی طرف (یعنی ان احسانات کی وجہ سے کچھ تخفیف ہوگئی اور میری نسبت اس کا سبب بنی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضؓ ان احسانات کے متعلق سوال کرتے ہیں جو ابوطالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیے اس سے معلوم ہوا کہ وہ روایت جو محمد بن اسحٰق ؒ نے (بلبندہ) حضرت عباسؓ سے نقل کی ہے۔ وہ صحیح نہیں کیونکہ جب حضرت عباسؓ نے ابوطالب سے کلمۂ توحید خود سنا تو حضرت عباسؓ ضرور فرماتے یا رسول اللہ ابوطالب نے تو وہ کلمہ (لا الٰہ الا اللہ من قال دخل الجنۃ) پڑھا تھا۔ حضرت عباسؓ نے جب خود سنا تھا تو اس کو کیوں نہ پیش کیا جو ان احسانات کا تذکرہ فرماتے گئے معلوم ہوا کہ ابن اسحٰق کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ نیز حضرت ابن عباسؓ سے جو مسلم ج۱ ص۱۱۵ اهون اهل النار الحديث پیش ہو چکی ہے۔ اس کی واضح دلیل ہے کہ ابوطالب کی وفات کفر پر ہوئی ہے۔

نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ ابوطالب کی وفات ہوگئی تو میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کہ آپ کا چچا گمراہ وفات

---

[1] ضحضاح جو تھوڑا پانی ہو۔ ٹخنوں تک پہنچے۔ نووی جلد ا ص۱۱۵۔

پاچکا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جاکر دفن کر دو مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۰۲ ان عمك الشیخ الضال قد مات قال اذهب فوار اباك الخ ترجمہ گذر چکا ہے ۔

۲۔ نسائی جلد ۱ ص ۲۱۹ ۔ ۳۔ طبقات ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) جلد ۱ ص ۷۹ قسم اوّل ۔ ۴۔ بیہقی جلد ۳ ص ۳۹۸ ۔ ۵۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۱ ۔ ۶۔ الدرایہ ص ۱۴۵ ۷۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۹۷ ۔ ۸۔ وابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۴۲ ۔ ۹۔ و فتح الملہم جلد ۱ ص ۱۹۷ کہ آپ کا چچا بڈھا گمراہ مر چکا ہے حضور نے فرمایا جاکر چھپا دو (یعنی دفن کر دو)

اور شرح مہذب جلد ۵ ص ۲۵۸ اور بیہقی جلد ۳ ص ۳۰۵ میں روایت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے دعا مانگی یہاں تک کہ یہ آیت (ما کان للنبی والذین اٰمنوا الاٰیۃ) نازل ہوئی ۔

اور ابوداؤد طیالسیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) ص ۱۹ اور منتقی الاخبار لابن جارودؒ (المتوفی ۲۵۲ھ ص ۲۶۹) اور نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ میں ہے فقلت انه مات مشركا فقال اذهب فواره کہ وہ مشرک مر گیا ہے آپ نے فرمایا کہ جاکر دفن کر دو ۔ اس کو امام شافعیؒ نے بھی روایت کیا ہے ۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ حضرت امام شافعیؒ کی یہ روایت کتاب الام ص ۱۵۱ ج ۷ اور مسند شافعیؒ ص ۱۲۵ میں مذکور ہے ۔

ہم نے اصولی طور پر چند اشارے کر دئیے ہیں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ۔

فائدہ ۔ سید احمدؒ بن سید زینی دحلانؒ نے اسنی المطالب فی نجات ابی طالب کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس قسم کی ضعیف اور موضوع حدیثیں پیش کی ہیں ہم نے اصولی طور پر ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۔ یہاں ہم حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ کی ایک مختصر مگر جامع اور مانع عبارت پیش کرتے ہیں ۔

بحوالہ فتح الملہم جلد ۱ ص ۱۹۷ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رسالہ

قال الحافظ ابن حجرؒ و وقفت علی جزءٍ جمعہ بعض اھل الرفض اکثر فیہ من الاحادیث الواھیۃ الدالۃ علی اسلام ابی طالب ولا یثبت من ذالک شیٔ وقد لخصت منہ فی ترجمۃ ابی طالب من کتاب الاصابۃ الخ	دیکھا ہے کہ جس کو ایک رافضی نے جمع کیا ہے اور اس میں کمزور ضعیف اور واہیات روائتیں ابو طالب کے اسلام پر نقل کی ہیں اور ان میں سے ایک چیز (حدیث) بھی ثابت نہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب الاصابۃ فی تذکرۃ الصحابۃؓ میں ان کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ محمد بن اسحٰق کا کچھ معمولی سا تعارف کرائیں گے کتب اسماء الرجال میں اس پر بہت بسط سے کلام کیا گیا ہے ہم یہاں چند حوالے پیش کر دیتے ہیں تاکہ وہ بصیرت کا ذریعہ ہو جائیں یہاں دو بحثیں ہیں۔ اوّل محمد بن اسحٰق کا حضرات محدثینؒ کے نزدیک کیا درجہ ہے؟ ثانی ارباب تاریخ کے ہاں ان کا کیا درجہ ہے؟

بحث اوّل:۔ حضرات محدثین کے نزدیک محمد بن اسحٰقؒ بن یسار (المتوفی ۱۵۱ھ کا درجہ یہ ہے جو مندرجہ ذیل درج ہے۔ توجیہ النظر ص ۲۹۰۔

۱۔ قال ابو زرعۃؒ ابن اسحٰق لیس یمکن ان یقضیٰ لہ بشیٔ الخ	محدث ابو زرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ محمد بن اسحٰق کے لیے کسی چیز کا فیصلہ کیا جائے۔ (یعنی ضعیف ہے اور ناقابل احتجاج)

۲۔ الجوھر النقی للعلامۃ الماردینیؒ (المتوفی ۷۴۹ھ) جلد ا ص ۱۵۵ میں ہے۔ الکلام فی ابن اسحٰق مشھور۔ کہ محمد بن اسحٰقؒ کے بارے میں حضرات محدثینؒ کے نزدیک کلام مشہور ہے۔

۳۔ فی سنن الکبریٰ للبیھقیؒ فی باب تحریم قتل ما لہ روح میں ہے۔

وکذا فی جلد ۱ ص۲۶۳ الحفاظ یتوقون ما ینفرد به ابن اسحق الخ
حفاظ (محدثینؒ) جس روایت کو تنہا محمدؒ بن اسحقؒ پیش کرے اس سے بچتے (اور اجتناب کرتے) ہیں۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبیؒ جلد ۱ ص۱۶۳ میں ہے۔

حدیثه ینزل عن درجة الصحة الخ
ابن اسحقؒ کی روایت صحت کے درجہ سے گری ہوئی ہے۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۱۶۴ میں ہے۔

قال الدارقطنی لا یحتج به الخ
امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ محمدؒ بن اسحقؒ قابل احتجاج نہیں۔

۶۔ الدرایة لابن حجرؒ ص۱۹۳ میں ہے۔

ابن اسحق لا یحتج به ما انفرد به من الاحکام فضلا عما اذا خالفه من هو اثبت منه۔ انتہی۔
ابن اسحقؒ جب احکام (میں سے کوئی حکم) پیش کرے تو وہ قابل احتجاج نہیں چہ جائیکہ جب اس سے زیادہ ثقہ اس کے مخالف ہو۔

۷۔ الترغیب والترہیب جلد ۴ ص۲۹۰ للمنذریؒ (المتوفی ۶۵۶ھ) وفتح المغیث ص۱۲۰ للسخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) تلمیذ حافظ ابن حجرؒ میں ہے۔

قال احمدؒ ابن اسحق رجل یکتب عنه المغازی واذا جاء الحلال والحرام اردنا قوما هکذا الخ
امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحقؒ سے تاریخ کی باتیں تو لکھی جا سکتی ہیں لیکن جب حلال وحرام کا مسئلہ ہو تو ہم ایسی قوم کے طالب ہوں گے اور ہاتھ کی انگلیاں قبض کریں (جو ہاتھ کی انگلیوں کی طرح مشہور ظاہر باہر اور ثقہ و مضبوط ہوں۔

۸۔ کتاب الضعفاء ص۵۲ للنسائیؒ میں ہے محمد بن اسحق لیس بالقوی انتہی
محمد بن اسحق قوی نہیں ہے

۹۔ تاریخ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) جلد ۱ ص۲۲۷ میں ہے۔

قال محمد بن احمد بن عبد الله
محمدؒ بن احمدؒ بن عبد اللہؒ بن نمیرؒ (محدث مشہور)

بن نمیرؒ محمد بن اسحٰق یروی عن المجہولین بواطیل الخ

فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق مجہول راویوں سے باطل روایتیں پیش کرتا ہے۔

١٠۔ میزان الاعتدال جلد٣ ص٢٤ میں ہے۔

وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ الخ

جس روایت کو تنہا محمد بن اسحٰقؒ پیش کرے تو اس میں نکارۃ ہوتی ہے۔

١١۔ زاد المعاد جلد١ ص٣٢٤ حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ٧٥١ھ) امام احمدؒ بن حنبلؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قال احمدؒ ھذا حدیث منکر ووھّٰی ابن اسحٰق۔

یہ روایت منکر ہے لہٰذا ابن اسحٰق کو ضعیف اور واہی قرار دیا۔

١٢۔ تہذیب التہذیب جلد٩ ص٤١ میں ہے۔

قال مالک ابن اسحٰق دجال من الدجاجلۃ الخ

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق دجال ہے دجالوں میں سے۔

١٣۔ میزان الاعتدال جلد٣ ص٢١ میں ہے۔

قال سلیمٰن التیمی کذاب و قال ھشام بن عروہ کذاب وکان یحیٰی بن سعید ومالک یجرحان ابن اسحٰق وقال مالک دجال من الدجاجلۃ وقال یحیٰی بن سعید القطان اشہد ان محمد بن اسحٰق کذاب وقال یحیٰی بن معین لیس بذالک الخ۔

سلیمٰن التیمیؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحٰق کذاب ہے، ہشامؒ بن عروہؒ کہتے ہیں کہ (محمد بن اسحٰق) کذاب ہے یحیٰیؒ بن سعیدؒ اور امام مالکؒ (بہت) گرایا کرتے تھے۔ ابن اسحٰق کو اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحٰقؒ دجال ہے دجالوں میں سے یحیٰیؒ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے یحیٰیؒ بن معینؒ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کسی قابل نہیں۔

فائدہ :- میزان الاعتدال جلد ا ص ۳ میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ۔

واردی عبارات الجرح دجال کذاب الخ

جرح کی عبارتوں میں سب سے زیادہ ردی عبارت دجال اور کذاب کی ہے (یعنی وہ روایت جس میں کذاب و دجال راوی ہو تو وہ گری ہوئی اور مردود روایت سمجھی جائے گی)

ہم نے یہ چند حوالے نقل کئے ہیں ورنہ چالیس سے زائد اور ہمارے پاس موجود ہیں بعض لاعلم و ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس قول سے رجوع کیا تھا ۔ مگر کتب اسماء الرجال میں ایک بھی صریح و صحیح حوالہ مذکور نہیں کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہو ۔ بعض نے یہ تو کہا ہے کہ ممکن ہے کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہو ۔ بعض نے یہ تو کہا ہے کہ امام مالکؒ چونکہ ابن اسحٰق کے پاس بیٹھے نہیں اور اس کو جانتے نہیں تھے اس لیے یہ کہا ہے مگر یہ کسی نے بھی کتب اسماء الرجال میں نہیں لکھا کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہے ۔ اچھا ہم ایک منٹ کے لیے مان بھی لیں کہ امام مالکؒ نے رجوع کر لیا ہے لیکن سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے ہشامؒ بن عروہؒ کہتے ہیں کہ کذاب ہے اور یحییٰؒ بن سعید القطانؒ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے اسی طرح جو پہلے حوالے پیش کئے گئے انہوں نے تو رجوع نہیں کیا یا اگر کیا ہے تو بتلایا جائے وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۔ بعض لوگوں نے ابن اسحٰق کی روایات کو قبول بھی کیا ہے اور بعض نے مثلاً مولانا عبدالحیٰ لکھنویؒ وغیرہ نے کچھ اعتماد اس پر ظاہر کیا ہے مگر کتب اسماء الرجال کے مقابلہ میں ان کی بات قابل قبول نہیں ہم اس پر زیادہ کلام نہیں کرتے اختصاراً عرض کر دیتے ہیں مقدمہ زیلعیؒ ص ۴۹ میں ہے ۔

مولانا عبدالحیٰؒ له آراء شاذة لہ

حضرت مولانا عبدالحیٰؒ کی بعض شاذ آراء ہیں

تقبل فی المذہب واستدلالہ لکتب التجریح من غیر ان یتعرف دخائلہا لا یکون مرضیا عند من یعرف ماھنالك انتہی۔ | جو مذہب (حنفی) میں غیر مقبول ہیں اور کُتب جرح وتعدیل میں ان کا کسی طرف مائل ہو جانا بغیر ان کے مقامات کی تحقیق کے ارباب فن کے ہاں ناقابلِ قبول ہے (ملخصاً)

قول فیصل یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق کی ایسی روایت جو احکام اور حلال وحرام کی نہ ہو۔ اور کوئی اہم بات بھی نہ ہو۔ قرآن وحدیث صحیح سے متعارض بھی نہ ہو۔ اور اس کی سند میں مجہول و مدلس راوی بھی نہ ہو اور تنہا محمد بن اسحٰق نہ ہو بلکہ اس کا کوئی متابع اور شاہد بھی ہو۔ تو اس کی روایت تسلیم کر لی جائے گی مثلاً فضائل وغیرہ میں اس کی روایت مان لی جائے گی لیکن جب صحیح حدیث کے مقابل ہو تو ناقابل قبول ہے مثلاً جس مسئلہ کی وضاحت ہم نے کی کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ابوطالب کا بحالت کفر مرنا مروی ہے اور محمد بن اسحٰق کی روایت میں مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے (جو کہ سیرت ابن ہشام میں منقول ہے) تو اوّل اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے پھر صحیحین سے تعارض بھی ہے تو محمد بن اسحٰق کی روایت تسلیم نہ ہوگی محمد بن اسحٰق کے متعلق یہی محقق رائے ہے و ھذا ھو الحق وللتفصیل موضع اٰخر۔

بحث ثانی محمد بن اسحٰق کا درجہ تاریخ میں۔ بعض علماء نے تاریخ میں ان کو امام کیا ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ جلد ۴ ص ۱۱۰ میں ہے۔

محمد بن اسحٰق امام فی المغازی الخ۔ کہ محمد بن اسحٰق تاریخ میں امام ہے۔

۲۔ قانون الموضوعات ص ۲۴۸ میں ہے مختلف فی الاحتجاج بہ والجمہور علی قبولہ فی السیر الخ۔ | اس کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے لیکن جمہور سیرت میں اس کی بات کو مانتے ہیں۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے ہم پیش کرنے سے قاصر ہیں حق بات اس بحث میں بھی یہ ہے کہ مطلقاً تاریخ میں ان کی بات حجت ہو ایسا نہیں بلکہ ان اشیاء میں حجت ہے جو شاذ نہ ہوں اور اہل کتاب سے نہ لی گئی ہوں وغیرہ ذلك من الاشياء القادحة

۱۔ تذکرۃ الموضوعات صـ۱۲ میں ہے۔

قال احمدؒ ثلاث كتب ليس لها اصول المغازى والملاحم والتفسير فمن اشهرها (كتب المغازى) مغازى محمد بن اسحٰق وكان يأخذ من اهل الكتاب الخ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تین قسم کی کتابیں ہیں جو اکثر بے اصل ہوتی ہیں۔ تاریخ جنگوں کے واقعات اور تفسیر۔ ان مشہور بے اصولی کتابوں میں کتاب محمد بن اسحٰق کی بھی ہے۔ اور یہ اہل کتاب (یہود اور نصاریٰ سے) روایت کرلیا کرتا تھا۔

۲۔ میزان الاعتدال جلد ۳ صـ۲۱ میں ہے۔

قال ابن معين قد حشا فى السيرة من الاشيا المنكرة والاشعار المكذوبة انتہى۔

امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی سیرت کو منکر اور جھوٹی روایات اور اشعار سے پُر کیا ہوا ہے۔

۳۔ موضوعات کبیر صـ۱۰۱ ملا علی القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) میں ہے۔

كان ابن اسحٰق يأخذ من اهل الكتاب الخ

محمد بن اسحاقؒ اہل کتاب سے روایت کیا کرتا تھا۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صـ۱۶۴ میں ہے۔

والذى تقرر العمل ان ابن اسحٰق اليه المرجع فى المغازى والايام النبوية مع انه يشذ باشياء الخ

جو بات قابلِ عمل ہے وہ یہ ہے کہ مغازی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں ابن اسحٰقؒ کی بات مانی جائے گی مگر وہ بعض چیزیں شاذ بھی پیش کرتا ہے۔

قول فیصل تاریخ میں بھی یہی ہے کہ اس کی وہ باتیں قابل تسلیم ہیں جو بالدلائل (نقلیہ وعقلیہ) ثابت ہو جائیں کہ اُس نے وہ اہل کتاب سے نہیں روایت کیں اور کوئی روایت شاذ بھی نہ ہو۔ وہوالحق۔

۴۔ آپ کے چوتھے چچے زبیر تھے۔ انہوں نے بھی اسلام کا زمانہ نہیں پایا، اُن کی مذکر اولاد میں سے زبیرؓ اور صاحبزادیوں میں ضباعہؓ و صفیہؓ وام الحکمؓ وام زبیر مسلمان ہوئے۔

۵۔ ابولہب (نام عبدالعزیٰ ہے) ان کے دو بیٹے عتبہؓ اور معتبؓ مسلمان ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں تصریح کی کہ ابولہب کا لقب عبدالمطلب نے دیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب نہایت حسین وجمیل تھا۔ اور عرب میں گورے چہرے کو شعلۂ آتش کہتے ہیں فارسی میں بھی آتشیں رخسار کہتے ہیں۔ ۶۔ غیداق نام مصعب ہے۔ ۷۔ مقوم۔ حضرت حمزہؓ کے عینی بھائی تھے۔ ۸۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہداء المتوفی شہید ا ۳ھ۔ ۹۔ ضرار۔ اسلام کا زمانہ نہیں پایا، حضرت عباسؓ کے عینی بھائی ہیں۔ ۱۰۔ حضرت عباسؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۱۔ جحل نام مغیرہ ہے۔ ۱۲۔ قثم بچپن میں وفات پائی اور حارث کے عینی بھائی ہیں۔ ۱۳۔ عبدالکعبہ بچپن میں وفات ہوئی۔ عبداللہ کے عینی بھائی ہیں۔ اوجز السیر صہ۴ و ۵ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف نو چچوں کا ذکر ہے۔ حارثؓ، زبیرؓ۔ حجلؓ، ضرارؓ، مقومؓ۔ ابولہبؓ، ابوطالبؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور لکھا ہے کہ سب سے چھوٹے حضرت عباسؓ تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جو جوان ہوئے اور اُن کا تذکرہ نہیں کیا جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور بعض ناموں میں بھی کچھ فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ:۔ عبدالمطلب کی مختلف بیویوں سے یہ اولاد تھی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔ حضرت صفیہؓ۔

عاتکہ، بیضاء یا ام حکیم امیمۃ یا عمیمۃ، برۃ یا بریۃ، اروی (کذا فی سیرۃ النبی الجلیل ص۶ ولوجز السیر ص۵ للامام ابی الحسین احمد بن الفارسؒ المتوفی ۳۹۵ھ وزاد المعاد جلد ۱ ص۲۶) ہم نے بہت سا حصہ دیگر ضمنی مسائل اور تاریخ میں صرف کر دیا ہے۔ مگر کیا کریں طلبہ کرام کے افادہ کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہے اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

رجع الحدیث

۱۹۔ مراقی الفلاح اور الطحطاوی شرح نور الایضاح مطبوعہ مصر ص۴۲۲ میں وہی عبارت ہے، جو البحر الرائق سے ہم نے پیش کی ہے اور حضرت مولانا الحافظ الحاج استاذی واستاذ علماء الہند محمد اعزاز علی صاحبؒ نے نور الایضاح کے عربی حاشیہ ص۱۵۰ میں یہ عبارت مذکورہ از البحر الرائق نقل کی ہے اور اسی کے قریب عمدۃ الرعایہ جلد ۱ ص۲۹۹ میں مولانا عبد الحی تحریر فرماتے ہیں۔

۲۰۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۲ نولکشور ص۸

ونہ باولاد علیؓ ونہ عباسؓ وجعفرؓ وعقیلؓ و حارث بن عبد المطلب ونہ بموالی ایشاں الخ	کہ حضرت علیؓ، عباسؓ وجعفرؓ وعقیلؓ اور حارث بن عبد المطلب کی اولاد میں سے کسی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور نہ ان کے غلاموں کو۔

۲۱۔ مالابد ص۱۰۹ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

بنی ہاشم وموالی آنزا ندہد مگر صدقہ نفل و اول صدقہ نفل بنی ہاشم را دہد کہ زکوٰۃ بر ایشاں حرام است۔	بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کو پہلے نفلی صدقات دیے جائیں کیونکہ زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

۲۲۔ امام غزالی محمد بن محمد غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں جس کا اور ترجمہ بنام اکسیر ہدایت ص۹۲ شائع ہو چکا ہے فرماتے ہیں

اسی سبب سے کہ زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے۔ اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جس سے نجاست دھوئی جاتی ہے اسی وجہ سے زکوٰۃ اور صدقہ کا مال جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ تعالے وسلم اور آپ کی اہل پر حرام ہے۔

۲۳۔ بہشتی زیور حصہ سوم ص۴۲ میں مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں کہ سیّدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباس یا حضرت جعفر یا حضرت عقیل یا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً عشر اور صدقۃ الفطر نذر اور کفارہ دینے جائز نہیں۔

۲۴۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص۸۸ میں ہے سید اور بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۲۵۔ حقوق اور فرائض اسلام ص۱۸۲ میں ہے اسی طرح بنو ہاشم کے تین خاندانوں اہل علیؓ اہل عباسؓ اور اہل حارث (وغیرہ) کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ (دوسرے دلائل سے اہل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ کا بھی یہی حکم ثابت ہے)

۲۶ المصالح العقلیہ والنقلیہ جلد ا ص۱۱۰ میں ہے صدقات لوگوں کے مال کی میل ہے کہ نہ محمد کے لیے حلال ہے نہ اہل محمد کے لیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم۔

۲۷۔ فتاوٰی رشیدیہ حصہ سوم ص۱۲ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں کہ سیّد کو زکوٰۃ دینی درست نہیں۔

۲۸۔ رحمۃ للعلمین جلد ا ص۲۳۴ بھی یہی مضمون موجود ہے۔

۲۹۔ رسائل ارکان اربعہ مولانا کریم بخش صاحب ص۳۲ میں ہے۔ صحیح اور معتبر یہی ہے کہ بنی ہاشم اولاد علیؓ و عباسؓ و جعفرؓ و عقیلؓ و حارث کو زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ دینا درست نہیں۔

۳۰ براہین قاطعہ ص۸۱ میں ہے کہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ اوساخ الناس ہے (محصلہ)

۳۱۔ امداد الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ اشرفیہ جلد ۱ ص ۱۷۱ میں ہے۔

سوال :۔ سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں خواہ دینے والا بھی بنی ہاشم ہو یا کوئی اور ہو۔

لقوله عليه السلام لابي رافع مولى القوم من انفسهم وانا لا تحل لنا الصدقة اورده في التيسير عن ابي داؤد والترمذي واللفظ لهما والنسائي وفي الهداية ولا تدفع الى بني هاشم الخ قلت ولا تعتبر بما يذكر من جوازها لهم لسقوط عوضها وهو الخمس لانه قياس في مقابلة النص ثم هذا القياس نفسه لا يتم لانه عليه السلام علل حرمتها بكونها اوساخ الناس لا لتعويض الخمس ههنا وانما هي حكمة مستقلة في مشروعية حكم الخمس فلما لم يكن علة لم يلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمة الزكوٰة۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم کو صدقہ دینا جائز نہیں اور نہیں اعتبار اس قول کا جو کہ جواز صدقہ بنو ہاشم پیش کیا کہتے ہیں کہ جب ان کو خمس نہیں ملتا تو زکوٰۃ جائز ہوگی یہ قول اس لیے بھی غیر معتبر ہے کہ نص صریح کے مقابل میں یہ قیاس ہے جو غیر مقبول ہوگا (نص لا یحل لنا الصدقۃ او کما قال) پھر یہ قیاس بھی تام نہیں کیونکہ آپ نے علت اوساخ الناس بتلائی ہے۔ خمس الخمس علت نہیں قرار دی رہا خمس کا مشروع ہونا تو وہ ایک مستقل حکم ہے علت نہیں جب یہ علت نہ ٹھہری تو خمس کے نہ ہونے سے حلت زکوٰۃ نہیں آسکتی۔ (کیونکہ علت اوساخ الناس ہے جو اب بھی باقی ہے) اور خدمت سادات کی ہدایا وصدقات نافلہ سے ممکن ہے اور وہ ان کے لیے حلال ہے۔ الخ

۳۴۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے مجموعہ فتاوی عبدالحی جلد ۱ ص ۳۸۱ میں ہے۔ عیون المذہب میں ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا بالاجماع درست نہیں۔ اور ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن سے نقل کیا ہے۔ اور قریباً قریباً یہی عبارت شرح ملتقی الابحر سے نقل کی ہے اور النہر الفائق سے بھی یہی نقل کی ہے آگے مولانا بحر العلوم کی کتاب رسائل الارکان سے عبارت نقل کی ہے کہ جو روایت ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہ سے جواز کی نقل کی ہے مخالف ہے روایات صحاح کے۔

وھذا کلہ خطاء وغلط لانہ مخالف للنصوص القاطعۃ — یہ جواز کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ یہ نص قطعی کے مخالف ہے۔

ان مذکورہ بالا عبارات فقہ سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سادات کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے بعض اور عبارات بھی موجود ہیں مگر بوجہ طوالت ان کو ترک کیا جاتا ہے

حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ جو کہ فتاوی جلد ۱ ص ۳۸۶ میں بایں الفاظ منقول ہے۔ امام طحاوی کی یہ عبارت (جس کو ہم آگے پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ) اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ فقہاء معتبرین میں سے کسی نے اس قول طحاوی پر فتویٰ نہیں دیا اور جس فقیہ نے مثل الیاس زادہ قہستانی برجندی شرنبلالی کے اس روایت کو نقل کیا ہے صرف امام طحاوی کے اس قول فبھذا ناخذ کی روایت پر اکتفاء کی ہے اور جلد ۱ ص ۱۸۴ میں ہے اگرچہ امام طحاوی نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے مگر امام طحاوی کا قول مردود ہے۔ انتہی یہاں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ علامہ عبدالحی لکھنوی اور ان کے دوسرے مؤید حضرات جن کے فتوے مجموعہ فتوی میں درج ہیں سب اس کے قائل ہیں کہ سادات کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اور یہی مذہب ہے جمہور اہل اسلام کا اس فتوی میں ہمیں ان تمام بزرگوں سے سو فیصدی اتفاق ہے اور یہی مذہب مفتی بہ ہے اور حق ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام و تابعین

اور تبع تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ واہل ظاہر اور جمہور سلف اور خلفؒ کا مذہب ہے وہو الحق۔ دوسری
بحث یہ ہے کہ یہ بزرگ امام طحاویؒ کے قول کو غیر مختار و مردود قرار دیتے ہیں اگر امام طحاویؒ
جواز کے قائل ہوتے تو یقیناً ان کا قول جمہور کے مخالف مردود ہوتا لیکن بحث یہ ہے کہ
آیا امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں یا عدم جواز کے؟ ہماری اصلی غرض تصنیف یہی بحث تھی
اور اسی لیے ہم نے اس رسالہ کا نام الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاویؒ رکھا ہے اب
ہم اس پہ کلام کرتے ہیں غور سے سنیں۔

چھٹا باب

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام طحاویؒ کی عبارت کو نقل کرنے والے دو گروہ ہیں جس نے امام طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار کا نام تو سنا ہے مگر کتاب قطعاً نہیں دیکھی دوسرا گروہ وہ ہے جس نے طحاوی شریف تو دیکھی ہے مگر عبارت میں غور نہیں کیا جیسے علامہ عبدالحیؒ اور بعض دوسرے بزرگ اب ہم ان بعض حضرات کے حوالے بتلاتے ہیں جن کی عبارات ہماری نظر سے گذری ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ امام طحاوی جواز کے قائل ہیں۔ ۱۔ علامہ عبدالحیؒ اور چند وہ بزرگ جن کے نام مجموعۂ فتاویٰ میں درج ہیں۔

۲۔ شارح ملتقی الابحر۔ ۳۔ مصنف النہر الفائق۔ ۴۔ علامہ برجندی عبدالعلی رح۔

۵۔ علامہ شرنبلالیؒ ۶۔ الیاس زادہؒ۔ ۷۔ قہستانیؒ۔ ۸۔ صاحب العرف الشذی۔ ۹۔ سید جلال الدین الخوارزمیؒ کرمانیؒ صاحب الکفایہ شرح ہدایہ۔ ۱۰۔ اور صاحب فتاویٰ برہنہ وغیرہ۔

ہم بعض کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جامع الرموز در شرح مختصر الوقایۃ مطبوعۂ نولکشور صنہ ۱۵۰ شمس الدین محمد مفتیؒ بخارا المعروف بقہستانیؒ (المتوفی ۹۶۲ھ) میں ہے۔

وفی شرح معانی الآثار للطحاوی وعن ابی حنیفۃ روایتان وبالجواز نأخذ الخ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں (اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں) کہ امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں (۱) جواز کی۔

۲۔ عدم جواز کی (ہم (قائل اس کے امام طحاویؒ ہیں)
جواز کی روایت کو لیتے ہیں۔

علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ شم العوارض فی ذم الروافض میں فرماتے ہیں۔

قہستانیؒ لا کان یعرف بالفقہ وغیرہ بین بین اقرانہ۔ وقال عبد الحیؒ فی مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ ص۱۲ یجمع بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فھو کحاطب اللیل الجامع بین الرطب والیابس فی اللیل انتہی۔

قہستانیؒ فقہ کو نہیں سمجھتا تھا اور اپنے ساتھیوں میں بھی غیر مشہور تھا علامہ عبد الحیؒ لکھتے ہیں کہ موٹے پتلے صحیح وضعیف سب قول جمع کرتا تھا بغیر تحقیق وتدقیق کے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو رات کو اندھیرے میں جنگل سے لکڑی اکٹھا کرتا ہے وہ بھی چونکہ اندھیرے میں خشک و تر جمع کرے گا یہی مثال ہے قہستانیؒ کی۔

۲۔ کفایہ شرح ہدایہ جلد ا ص۱۳۸ میں ہے قال الطحاویؒ وبالجواز نأخذ انتہی
امام طحاویؒ کہتے ہیں ہم جواز کی روایت لیتے ہیں۔

۳۔ نور الایضاح ص۱۵۰ میں ہے واختار الطحاوی جواز دفع الزکوٰۃ الی بنی ہاشم الخ۔

امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس دوسری عبارات بھی اسی قسم کی ہیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے بتلائے جاتے ہیں۔ اب ہم امام طحاویؒ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا مطلب بیان کرتے ہیں اور براہین پیش کرنے کے بعد اپنی رائے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے۔

امام طحاویؒ کی عبارت بہت طویل ہے مگر ہم بعض ضروری اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ طحاوی جلد ا ص۲۹۷ تا ص۳۰۳ میں یہ مضمون موجود ہے پہلے امام طحاویؒ وہ روایات حرمت صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں جو ہم نے بخاری ومسلم و

دیگر کتب حدیث سے پہلے نقل کی ہیں پھر جلد ۱ ص ۲۹۹ میں فرماتے ہیں۔

ثم قد جاءت بعده الآثار عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم متواترة بتحریم الصدقة علی بنی ھاشم ولا یعلم سبب نسخھا ولا عارضھا من الآثار۔ الخ	اس کے بعد متواتر حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آچکی ہیں کہ صدقات بنو ہاشم پر حرام ہیں اور ان روایات کو نسخ کرنے والی اور ان سے متعارض کوئی روایت موجود نہیں۔

فائدہ ۔ امام طحاویؒ ان احادیث کو متواتر اور ساتھ ہی مرفوع بتلاتے ہیں۔ پھر جلد ۱ ص ۳۰۱ میں اپنی عادت کے مطابق نظر اور دلیل عقلی بیان کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلت میں بھی صدقات واجبہ ونفلیہ کا ایک ہی حکم ہے۔ جس شخص کے لیے صدقات واجبہ حلال ہیں اس کے لیے نفلیہ بھی حلال ہیں وعلی العکس تو حرمت میں بھی یہی حکم ہونا چاہیئے کہ جب سادات پر صدقات واجبہ حرام ہیں تو نفلیہ بھی حرام ہونے چاہییں آگے فرماتے ہیں۔

فھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ومحمد	یہی دلیل عقلی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا یہی قول (و مذہب) ہے۔

فائدہ :۔ امام طحاویؒ کی اس عبارت سے حرمتِ صدقۂ نافلہ بر اغنیاء اور حرمتِ صدقۂ نافلہ بر سادات مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں والنظر ایضاً یدل علی استواء حکم الفرائض والتطوع الخ نفلی صدقات بنی ہاشم کے لیے بعض حضرات محدثینؒ (کما مر من المحلی واختارہ الزیلعیؒ شارح الکنز ومال الیہ ابن ھمامؒ شیئًا) کے نزدیک جائز نہیں۔ غنی کے لیے حرمت صدقات نافلہ کی کوئی صحیح وصریح غیر مؤول حدیث تاہنوز نہیں مل سکی۔ وَلَعَلَّ اللّٰهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ اَمْرًا۔ البتہ کتب فتاویٰ میں کراہت منقول ہے۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۴۲

طبع دہلی میں ہے

الجواب: غنی کو ایسا طعام صدقۂ نفل کا مکروہ تنزیہہ ہے اور ثواب پہنچتا ہے مگر فقیر کے کھانے سے کم۔ فقط اور بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں اگرچہ غنی کے لیے کراہت سے خالی نہیں اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اس سے لیے تو حرام ہے کما لا یخفی الخ (العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ ج ۴ ص ۲۰۸ طبع ٹوبہ ٹیک سنگھ فیصل آباد)

آگے امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

وقد اختلف عن ابی حنیفۃ فی ذلک	امام ابو حنیفہؒ سے اس میں اختلاف منقول ہے
فروی انہ لا باس بالصدقات کلھا	ان سے یہ روایت بھی کی گئی ہے۔ وہ فرماتے
علی بنی ہاشم وذھب فی ذالک	ہیں کہ صدقات سب واجبہ وغیر واجبہ بنو ہاشم کے
عندنا الی ان الصدقات انما	لیے حلال ہیں اور اس روایت کی ہمارے خیال میں
کانت حرمت علیھم من اجل	یہ دلیل ہے۔ کہ پہلے چونکہ ان کو خمس الخمس ملتا تھا اور
ماجعل لھم فی الخمس فلما انقطع	زکوٰۃ ان پر حرام تھی پھر جب خمس بند ہو گیا۔ تو
ذالک عنھم حل لھم ماکان	زکوٰۃ وغیرہا جائز ہونی چاہیے۔

حرم علیھم۔

پہلے تو صیغۂ مجہول سے رُوِی مذکور ہے معلوم نہیں کہ راوی کون ہے ثقہ ہے یا غیر ثقہ وغیر ذالک من الاحتمالات پھر نظر بہ لنظر اس کا راوی ابو عصمہ ہے جس پر ہم نے کچھ کلام کیا ہے۔ دوسرے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ عن روایت پر دلالت کرتا ہے۔ مذہب پر نہیں، تیسرے یہ دلیل امام صاحبؒ کی طرف سے امام طحاویؒ پیش کرتے ہیں۔ یدل علیہ قولہ وذھب فی ذالک عندنا الخ امام صاحبؒ کی یہ اپنی بیان کردہ دلیل نہیں آگے فرماتے ہیں غور سے دیکھیں کیونکہ یہی متنازع

فیہا عبارت ہے

وقد حدثنی سلیمنؒ بن شعیبؒ عن ابیہ عن ابی یوسفؒ عن ابی حنیفۃؒ فی ذالک مثل قول ابی یوسفؒ فبھذا ناخذ انتہٰی۔

اس عبارت کا ترجمہ راقم از خود نہیں کرتا بلکہ ایک بہت بڑے ذمہ دار عالم کا ترجمہ جو انہوں نے طحاوی کا ترجمہ کیا ہے اور لاہور میں چھپ چکا ہے نقل کرتا ہے چنانچہ وہ ترجمۂ اردو طحاوی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ میں فرماتے ہیں لیکن چونکہ امام ابوحنیفہؒ سے امام ابویوسف اور امام محمدؒ کے قول کے موافق بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ حدیث بیان کی مجھ سے سلیمنؒ بن شعیبؒ نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے وہ امام ابویوسفؒ سے وہ ابوحنیفہؒ سے ابویوسفؒ کے قول کے موافق لہٰذا ہم اسی قول کو اخذ کرتے ہیں۔ انتہٰی۔

اب جائے غور یہ امر ہے کہ فبھذا ناخذ کس قول پر متفرع ہے ، بالکل ظاہر بات ہے کہ امام طحاویؒ یہ تفریع حرف فار کے ساتھ وقد حدثنی سلیمنؒ الخ کے بعد بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں فبھذا ناخذ اور وہ اس روایت کو اخذ کرتے ہیں جس میں امام ابوحنیفہؒ کا قول امام ابویوسفؒ کے قول کے عین مطابق ہے اور وہ تحریم کا قول ہے۔ ہم اس کے حل کے لیے ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں جو اس کو اور زیادہ واضح کرتی ہے۔

علامہ عثمانیؒ فتح الملہم جلد ۳ صفحہ ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعد قول الطحاوی فبھذا ناخذ	امام طحاویؒ کا یہ قول (فبھذا ناخذ) صریح ہے
وھذا صریح فی ان الطحاوی ما	کہ امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جو جواز کی روایت
اختار روایۃ الحل عن ابی حنیفۃؒ	ہے وہ نہیں اختیار کی بلکہ وہ روایت اختیار کی
بل اخذ بالروایۃ التی وافقت	ہے جو امام یوسفؒ (اور محمدؒ) کے قول کے موافق ہے

قول ابی یوسفؒ وھی ظاھر الروایۃ التی ذکرھا اولا من استواء حکم التحریم فی الفریضۃ والتطوع انتہی

اور وہ ظاہر روایت ہے جس کو امام طحاویؒ نے پہلے بیان کیا ہے کہ صدقات واجبہ ونفلیہ سب سادات پر حرام ہیں۔

بالکل واضح ہے کہ فبھذا ناخذ اس روایت کے ساتھ ہے جو امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے قول کے موافق ہے اور حرمت صدقات کی روایت ہے۔

سبب غلطی۔

چونکہ فبھذا ناخذ کا جملہ امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کو پیش کرنے کے بعد اور فقد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے اس غیر مشہور روایت کی تردید کرنے کے بعد کہا ہے اس لیے بعض حضرات کو یہ غلطی ہوئی کہ یہ فبھذا ناخذ امام صاحبؒ کی غیر مشہور روایت (جو حلتِ صدقات کی ہے) پر تفریع ہے حالانکہ امام طحاویؒ وقد حدثنی الخ سے اس غیر مشہور روایت کی تردید کر کے روایت حرمت کو اخذ کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۱ میں اور علامہ بدر الدین العینیؒ عمدۃ القاری جلد ۴ ص ۴۲۳ میں فرماتے ہیں۔

قال الطحاوی ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃؒ لیست بمشھورۃ الخ

کہ جواز کی روایت امام اعظمؒ سے غیر مشہور ہے۔

اس سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ امام ابوبکر الجصاصؒ اور علامہ عینیؒ جو علم کے پہاڑ ہیں وہ دونوں امام طحاوی کے حوالہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ جواز کی روایت امام ابوحنیفہؒ سے غیر مشہور ہے۔

غلطی کرنے والے حضرات نے حضرت امام طحاویؒ کے اس قول پر بالکل غور نہیں کیا جو انہوں نے وقد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے باسند بیان کر کے امام صاحبؒ سے جواز کی روایت کو رد کر کے امام صاحبؒ کی وہ روایت لی ہے جو امام

ابویوسفؒ کے قول کے موافق ہے اور وہ عدمِ جواز کی ہے۔ اگر غور کرتے تو قطعاً غلطی واقع نہ ہوتی اسی لیے جو ذمہ دار محدث وفقیہ ہیں مثلاً امام ابوبکر جصاصؒ علامہ عینیؒ حافظ ابن ہمامؒ وغیرہ سب اس سے یہی سمجھے ہیں کہ امام طحاویؒ حرمت کے قول کو اخذ کرتے ہیں وہوالحق۔ اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم اس پر زیادہ روشنی ڈالیں مگر زیادہ طمینان والقان کے لیے ہم اس کی دوبارہ تشریح کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام طحاویؒ باب قائم کرتے ہیں۔ باب الصدقات علیٰ بنی ہاشم۔ اور بہت سی احادیث پیش کرنے کے بعد ان کو متواتر اور مرفوع کہتے ہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ منسوخ بھی نہیں اور ان سے متعارض روایت بھی کوئی موجود نہیں۔

۲۔ محدثانہ پیرایہ میں بحث کرکے پھر اپنی عادت کے موافق نظر (دلیل فقہی) بیان کرکے فرماتے ہیں یہی ہے قول ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ اور محمدؒ کا۔

۳۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کی غیر مشہور روایت نقل کرکے اپنی طرف سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پھر وقد حدثنی سلیمن بن شعیب الخ سے امام ابوحنیفہؒ کا وہ قول بالسند پیش کرتے ہیں جو امام ابویوسفؒ (او محمدؒ) کے قول کے موافق ہے (اور غیر مشہور روایت کی تردید کرکے) فبھذا ناخذ فرماتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا تصریحات کے بعد غلط فہمی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ پہلے وہ حرمت صدقات بر بنی ہاشم پر حدیث بلکہ احادیث مرفوعہ متواترہ غیر منسوخہ ولامتعارضۃ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد دلیل عقلی پیش کرتے ہیں اور اور اسی کو حضرات ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول و مذہب بتلاتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کی تردید کرکے امام طحاویؒ وہ قول جو امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ (و محمدؒ) کا متفق ہے اس کو اخذ کرتے ہیں عجیب معاملہ ہے کہ امام طحاویؒ تو غیر مشہور قول کی تردید کرکے مشہور قول پر تفریع بٹھاتے ہیں مگر وہ ان حضرات

کے ہاں جواز کی دلیل بن جاتی ہے۔

۴۔ امام طحاویؒ اس کے بعد جلد ا ص ۳۰۱ میں فرماتے ہیں۔

فان قیل افتکرھہا علی موالی	اگر کوئی کہے کہ کیا بنی ہاشم کے غلاموں پر بھی تم
بنی ہاشم قیل لہ نعم	صدقات کو مکروہ کہتے ہو تو اس کو جواب دیا جائے گا کہ
لحدیث ابی رافعؓ الخ	ہاں مکروہ (تحریمی) ہیں کیونکہ حضرت ابو رافعؓ کی حدیث
(وکذا فی احکام القرآن جزء ۳ ص ۱۲۳)	اس میں موجود ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)

یک طرفہ تماشا ہے ان حضرات کے نزدیک جو یہ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں یعنی امام طحاویؒ اصول یعنی سادات پر تو صدقات کو جائز سمجھتے ہیں اور فروع یعنی ان کے غلاموں پر صدقات کو مکروہ و حرام قرار دیتے ہیں فروع پر تو اس لیے صدقات حرام تھے کہ ان کے اصول پر حرام تھے عجیب تماشا ہے کہ اصول پر حلال اور فروع پر حرام ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

۵۔ طحاوی کے سب باب کو اوّل سے آخر تک بغور مطالعہ کریں کہیں صراحتہً یا کنایتہً ایک بھی ایسی جزئی نظر نہ آئے گی جس سے یہ سمجھا جائے کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل یا مائل الی الجواز ہیں یہ ان بعض حضرات کی بھیڑ چال تھی سامحھم اللہ تعالیٰ بعموم فضلہ کہ ایک کو غلطی ہوئی تو پھر دوسرے بزرگوں نے اس کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اور امام طحاویؒ کے قول فبھذا ناخذ کو محرف کر کے بالجواز ناخذ کر دیا جس سے مطلب کیا سے کیا ہو گیا۔ فرحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً الی یوم القیمۃ۔ آمین۔

فائدہ:۔ بعض حضرات فقہاء کرام کو جب یہ غلطی ہوئی کہ یہاں ایک غیر ظاہر روایت ہے جو دلالت کرتی ہے کہ صدقات بنو ہاشم پر حلال ہیں (ہم نے بفضلہ تعالیٰ ابوعصمہ کی اس روایت پر کلام کیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ قابل اخذ نہیں اور امام طحاویؒ کی عبارت کا مطلب بھی پیش کر دیا ہے کہ وہ بھی جمہور اہل

اسلام کی طرح بنو ہاشم پر صدقات کو حرام کہتے ہیں) تو انہوں نے ترجیح کی وجوہ تلاش کرنا شروع کردیں اور ظاہر روایت کو ترجیح دی اتنے بسط کے بعد ضرورت تو نہیں مگر ہم ان میں سے بعض کا ماخذ بھی بتلا دیتے ہیں۔

۱۔ البحر الرائق جلد ۲ مصری صـ ۲۶ و اعلاء السنن جلد ۹ صـ ۵۵ میں ہے۔

فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاهر الروایة انتہی

حاصل یہ ہے کہ جب تصحیح میں اختلاف ہو گیا تو اولیٰ یہی ہے کہ عمل ظاہر روایت پر ہو۔

۲۔ ایضاً جلد ۲ صـ ۸۵ والظاهر الاعتماد علی ما فی المتون الخ یعنی ظاہر یہی ہے کہ جو کچھ متون کے اندر ہے اسی پر اعتماد ہو۔

۳۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحئی جلد ۱ صـ ۲۸۵ اور در مختار میں ہے۔

قالوا ان فی رسم المفتی ان ما اتفق علیه اصحابنا کما فی الروایات الظاهرة یفتی به۔

حضرات فقہا نے کہا ہے کہ مفتی کے قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ جہاں ہمارے اصحاب ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ اور محمدؒ متفق ہوں وہی مسئلہ مفتیٰ بہ ہوتا ہے۔

۴۔ مقدمہ عمدۃ الرعایہ صـ ۱۴ میں شرح ہدایہ لابن شحنہؒ سے (بواسطہ بیری زادہؒ) نقل کرتے ہیں۔

اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذالك مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیاً بالعمل به فقد صح عن الامام ابی حنیفة انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی الی ان قال فلو وجد روایتان فالراجح هوما

کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور یہی حدیث پر عمل کرنا مذہب ہوگا۔ اور امام صاحبؒ کا مقلد حدیث پر عمل کی وجہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا امام صاحبؒ سے صحت کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ پس اگر کسی مسئلہ میں دو روایتیں پائی جائیں اور ان میں سے ایک

وافق الاحادیث المصطفویۃ و روایت حضور کی احادیث کے موافق ہو اور جمہور علماء امت

طابق اقوال جمہور علماء الامۃ الخ کے موافق ہو اسی کو قبول کیا جائے گا۔

۵۔ احادیث نبویہ مسائل فقہیہ اور تفاسیر قرآنیہ غیر متداول اور غیر معتبر کتابوں سے نقل کرنا جائز نہیں راجع مقدمۂ عمدۃ الرعایہ صلا اور جن کتب سے جواز نقل کیا جاتا ہے وہ غیر مشہور ہیں تو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔

وغیر ذالک من وجوہ الترجیح۔ لیکن ترجیحات کی ان وجوہ کی یہاں قطعاً کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب ہم علل حرمت صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں بنو ہاشم پر صدقات کے حرام ہونے کی علتیں جو اس ناچیز کی نظر سے گذری ہیں وہ صرف تین ہیں ہم ان تینوں کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اہل کے لیے صدقات جائز قرار دیتے تو لوگوں کا طعن ہوتا کہ دیکھو اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے اتنی رعایت کی ہے اور اس علت پر بعض حضرات قرآن کی یہ آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربیٰ پیش کرتے ہیں۔ راجع فتح الملہم ج۳ وجلد ص۱۰۱ عزاہ الی شیخ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اس وجہ کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہمارے موضوع سے اس بحث کا زیادہ تعلق تو نہیں مگر چونکہ اس آیت کی جو عوام الناس بلکہ بعض خواص بھی تفسیر کرتے ہیں اس تفسیر کے باوجود نقلاً و عقلاً باطل ہونے کے سنگ بنیاد ہی تشیع پر ہے لہٰذا ہم اس غلط تفسیر کی تردید کرنا اور صحیح تفسیر کا پیش کرنا قرآنی آیت کی صحیح خدمت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرات شیعہ کا اس آیت سے استدلال۔ قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجرًا اِلَّا

الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی پ ۲۵ سورۃ شوریٰ۔ آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی بھی اجر نہیں طلب کرتا مگر یہ کہ تم میری قرابت کی محبت کا لحاظ کرو۔ کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا یارسول اللہ کون ہیں آپ کے اولی القربیٰ جن سے محبت کرنی ضروری ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ تو حضرت علیؓ کی مودۃ ضروری ہوئی اور حضرات اصحاب ثلاثہؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی مودت ضروری نہیں تو جب حضرت علیؓ کی مودت ضروری ہوئی تو ان کے احکام ماننے بھی ضروری ہوں گے اور ان کی خلافت ماننی پڑے گی تو ان کی خلافت اور اہل بیت کی خلافت ثابت ہوگئی اس روایت کو بخاری و مسلم و مسند احمد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لیکن اولاً شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ نہ تو یہ روایت مسند احمد میں موجود ہے۔ اور نہ بخاری و مسلم میں آگے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل جھوٹ اور موضوع ہے اور تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۱۱۲ میں بھی اسی مضمون کی روایت موجود ہے جس میں فاطمۃ و ولدھا رضی اللہ عنہم کے الفاظ ہیں لیکن سند میں حسین الاشقر راوی ہے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں شیعی محترق۔ کہ وہ جُلا بُھنا (متعصب) شیعہ ہے۔

وثانیاً یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی اور حضرت حسنؓ ۳ھ میں اور حضرت حسینؓ ۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو حضرات مثلاً حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے وہ اس آیت کی تفسیر کا مصداق ہوں اور اہل مکہ کو یہ حکم ہو کہ تم دوستی رکھو میرے اہل بیت سے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اور اگر اس سے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے سے قبل مراد ہوں تو حضرت جعفرؓ

جو ان کے بڑے بھائی ہیں اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے ہیں وہ کیوں اس کا مصداق نہیں؟ نیز حضرت فاطمہؓ کے علاوہ ان کی تین ہمشیرگان حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ مودت فی القربیٰ کا مصداق کیوں نہیں جب کہ شیعہ حضرات کی مستند کتابوں مثلاً اصول کافی مع الصافی صفحہ ۱۴۹ حصہ دوم وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بیٹیاں ہیں۔

وثالثاً۔ القربیٰ میں الف ولام ہے جو عہد کے لیے ہے اور جب مخاطبین کو قربیٰ کا علم ہوگا تو القربیٰ بالالف واللام کہا جائے گا اور جب معلوم ہی نہیں بلکہ ان کا وجود بھی ابھی تک نہیں تو ان کو القربیٰ کیسے کہا گیا (نحو کا مسئلہ ہے کہ معہود ہو تو ال داخل ہوگا ورنہ نکرہ لایا جائے گا مثلاً قربیٰ راجع کتب النحو)

ورابعاً۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تبلیغ رسالت پر قطعاً اجر نہیں طلب کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجراً الآیۃ تو کہہ دے کہ میں تم سے اجر نہیں طلب کرتا تبلیغ پر۔ اگر یہی مراد ہو جو روافض کہتے ہیں تو نعوذ باللہ تعالیٰ شان نبوت پر دھبہ آئے گا کہ آپ نے اہل کے لیے اجر کا مطالبہ ضروری قرار دیدیا۔ اور ان سے بطور اجر مودت لازم قرار دیدی۔

وخامساً۔ حبر الامۃ امام المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۳ میں جو حدیث مروی ہے وہ اس معنیٰ کے خلاف ہے (اور یہی صحیح بھی ہے)

عن ابن عباسؓ انه سئل عن قوله الا المودة في القربیٰ فقال سعيدٌ بن جبيرؓ قربیٰ آل محمد صلی اللہ علیه وسلم فقال ابن عباسؓ عجلت ان النبي	حضرت ابن عباسؓ سے الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر پوچھی گئی حضرت سعیدؓ بن جبیرؓ نے جلدی سے کہدیا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تو نے جواب دینے میں جلدی

صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن بطن من قریش الا کان لہ فیہم قرابۃ فقال الا ان تصلوا ما بینی وبینکم من القرابۃ الحدیث

کی ہے اصل بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی بھی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ حضور کی قرابت نہ تھی تو حضور نے فرمایا کہ اے قریش جو میرے اور تمہارے درمیان قرابت ہے اس کا لحاظ تو کرو۔

یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ فرماتے تو قریشی آپ کو تکلیف پہنچاتے آپ نے فرمایا کہ قرابت کا خیال تو کرو یہ ناجائز حرکتیں نہ کرو تو قرابت سے قریش کی قرابت مراد ہے اہل بیت کی مراد نہیں اور یہی صحیح ہے۔ اسی تفسیر کو جمہور حضرات مفسرین کرام نے صحیح کہا ہے۔ اور اولی القربیٰ کی جو تفسیر اہل بیت سے کی جاتی ہے اس کو رد کیا ہے فرصت نہیں کہ ہم عبارتیں نقل کریں اسی آیت پ۲۵ سورۃ شوریٰ کی تفاسیر مندرجہ ذیل دیکھ لیں۔ تفسیر[1] ابن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) ان کی تفسیر سے پہلے کوئی مفصل تفسیر نہ تھی۔ معالم[2] التنزیل امام بغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) تفسیر[3] کبیر (امام رازیؒ المتوفی ۶۰۶ھ) خازن[4] لعلاؤ الدین علیؒ بن محمدؒ بن ابراہیمؒ فرغ منہ ۷۲۵ھ) تفسیر[5] مدارک لعلامہ عبداللہ بنؒ احمدؒ بن محمود النسفیؒ (المتوفی ۷۰۱ھ) درمنثور[6] لجلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) فتح[7] الرحمان ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (المتوفی ۱۱۷۶ھ) تفسیر[8] ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) روح[9] المعانی سید محمود آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) موضح[10] القرآن شاہ عبدالقادرؒ (المتوفی ۱۲۳۰ھ) فتح[11] الباری کتاب التفسیر آیت مذکورہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) وغیرہ۔ یہ یاد رہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ حضرات ازواج مطہراتؓ اور حضرات اہل بیتؓ سے ہر سنی مسلمان کی والہانہ عقیدت ہے اور وہ ان میں کسی سے بغض نہیں رکھتے جیسا کہ روافض کا وتیرہ ہے کہ وہ بلا وجہ حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض وکینہ رکھتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کسی صاحب کو یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ الا المودۃ

فی القربیٰ کی تفسیر جو اہل بیت سے کی گئی ہے وہ عقلاً و نقلاً باطل ہے اور قربیٰ سے قبائل قریش مراد ہیں۔ لیکن ان سے بھی محبت تو مطلوب ہے تو اس صورت میں پھر یہ خرابی لازم آئے گی کہ جب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسالت پر کوئی اجر طلب نہیں کرتے تو پھر مودۃ فی القربیٰ یعنی قریش سے تعلق و مودۃ رکھنے کا اور اس کے مطالبہ کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ تبلیغ احکام پر کوئی چیز طلب نہیں کرتے تھے (کما ھو شان الرسالۃ والنبوۃ) تو اس کا جواب بعض تفاسیر مذکورہ میں دو طریق سے دیا گیا ہے۔ ہم نہایت ہی اختصار سے صرف دو حوالے عرض کرتے ہیں جو سہل الحصول ہیں۔ اوّل یہ کہ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ۔ استثناء متصل ہے (جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم الا زید کہ زید قوم ہی کا ایک فرد ہے راجع کتب النحو) اور مطلب اس طرح ہے جس طرح اس مندرجہ ذیل شعر کا۔

لا عیب فیھم غیر ان سیوفھم   بھن فلول من قراع الکتائب

(ھامش جلالین ص۴۰۳)

کہ میرے ممدوحین میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ ان کی تلواریں فوجی دستوں کو قتل کرنے کے سبب سے کند ہو چکی ہیں یعنی اتنے بہادر ہیں کہ دشمنوں کو مارتے مارتے اور قتل کرتے کرتے ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں تو اگر کوئی عیب ہے تو یہی ہے کہ ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں حالانکہ جنگ میں تلواروں کا کند کر دینا عین شجاعت و بہادری ہے اور یہ کوئی عیب نہیں۔

تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا مگر یہ اجر جو کہ حقیقۃً اجر نہیں کہ مودۃ فی القربیٰ کو ملحوظ رکھو اگر اس کو اجر کہا جاتا ہے تو بس یہی اجر سمجھو۔

ثانیؔ استثناء کو منقطع بنایا جائے (جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء

القوم اجرًا، کہ حمار (گدھا) قوم کا فرد نہیں) تو اس لحاظ سے قول باری تعالیٰ لفظ اجرًا پر ختم ہوگیا قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ یعنی تو کہہ دے کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا پھر اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی سے یہ بتلایا کہ

لکن اَسْئَلُكُمْ ان تودوا قرابتی التی ھی قرابتکم ایضًا (جلالین ص۴۰۳) لیکن میں تم سے اپنی قرابت کے لحاظ کا سوال کرتا ہوں جو تمہاری بھی قرابت ہے۔

ایک اور اہم فائدہ

قرآن عزیز پ۲۲ میں ایک آیت کریمہ ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اللہ کا یہی ارادہ ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کردے اے نبی کے گھر والو اور تاکہ تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔ افضیول کا یہاں بھی اہل بیت کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ و حضرات حسنینؓ ہی اس سے مراد ہیں۔

مگر اوّلاً۔ یہاں سیاق و سباق سے خود معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرات ازواج مطہراتؓ مراد ہیں۔ کیونکہ یہاں انہیں سے تخاطب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہاں ضمیر جمع مذکر کی ہے عَنْكُمْ اور وَيُطَهِّرَكُمْ اگر اس سے حضرات ازواج مطہراتؓ مراد ہوتیں تو عَنْكُنَّ اور يُطَهِّرَكُنَّ ہوتا اس کے متعدد جوابات ہیں مگر ہم قرآن کریم حدیث شریف اور عربی کے چند حوالے عرض کرتے ہیں کہ عنکم وغیرہ میں ذکور کی ضمیر اناث کی طرف بھی عائد ہو سکتی ہے یعنی جمع مذکر کی ضمیر مؤنث کے لیے آسکتی ہے۔ ۱۔ قرآن کریم میں ہے۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فرشتوں نے یہ خطاب حضرت سارہ علیہا السلام سے کیا تھا (علی تفسیر) یہاں عَلَيْكُمْ کا خطاب صرف حضرت سارہ علیہا السلام سے ہوا۔

۱۔ وَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْا۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی بیوی حضرت صفورہ علیہا السّلام کو کہا تھا علیٰ تفسیر (حالانکہ اُمْکُثُوْا جمع مذکر ہے)

۲۔ بخاری جلد ۲ ص ۷۰۷ میں بایں الفاظ ایک ٹکڑا ہے۔

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الیٰ حجرۃ عائشۃ رض فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ فقالت وعلیک الحدیث الخ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا سلام ہو تم پر اے اہل بیت انہوں نے کہا وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ الخ۔

اس حدیث نے صاف کر دیا کہ اہل بیت کا اصلی و صحیح مصداق حضرات ازواج مطہرات رض ہی ہیں۔ حماسی اپنی بیوی کو کہتا ہے ع فلا تحسبی انی تخشعت بعدکم یہ نہ خیال کرنا کہ میں تمہارے بعد اُداس ہو چکا ہوں۔ مخزومی کہتا ہے۔ ع فلو شئت حرمت النساء سواکم اگر تو چاہتی ہے تو میں تمہارے سواسب عورتوں کو حرام کر دوں۔ ان دونوں شاعروں نے (جن کا کلام عرب کے طور پر معتبر اور مستند ہے) اپنی اپنی بیوی کو جمع مذکر کُم کی ضمیر سے خطاب کیا ہے۔

وثانیاً۔ اہل بیت میں حضرات ازواج مطہرات رض کے ساتھ وہ حضرات بھی شامل ہیں۔ نقلہ الشوکانی فی تفسیرہ فتح القدیر جلد ۴ ص ۲۷۰ عن الترمذی وابن جریر وابن المنذر والحاکم وغیرھم

رجع الحدیث، یہ حکمت تو ہو سکتی ہے لیکن علت نہیں بن سکتی اس لیے اگر یہ علت ہوتی تو خمس میں اس سے زیادہ کلام کا موقع تھا۔ کیونکہ خمس کا حکم ۲ھ میں غزوۂ بدر میں نازل ہوا۔ فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا الآیۃ کہ کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی سب کھانا حلال اور طیب تو بد باطن لوگ یہاں بھی کہہ سکتے تھے کہ خمس کی مد سے کنبہ پروری کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر ایسے شبہات کا کیا اعتبار ہے؟

زکوٰۃ کی فرضیت میں جو اختلاف تھا ہم نے پہلے باب میں لکھدیا ہے۔ اگر اس گروہ کا کہنا مان لیں کہ زکوٰۃ سنہ ۹ھ میں (جیسا کہ سیرۃ النبی جلد ا ص ۵۱۸ میں لکھا ہے فرض ہوئی ہے اور سنہ ۸ھ کو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا۔ اور نیز زکوٰۃ کے ساتھ بہت سی قیود بھی ہیں مثلاً ۱۔ نصاب سونے یا چاندی یا عروض تجارت کا موجود ہو۔ ۲۔ قرض بھی نہ ہو۔ ۳۔ حاجات اصلیہ سے بھی فارغ ہو۔ ۴۔ حولان حول بھی ہو جائے یعنی مال پہ پورا سال گذر جائے۔ وغیر ذالك۔

تو انہی شرائط کے بعد زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا اور خصوصاً جبکہ مکہ مکرمہ بھی دارالاسلام بن گیا تھا۔ اگر زکوٰۃ کی وجہ سے کنبہ پروری کا طعن ہو سکتا ہے تو غنیمت کی وجہ سے یہ طعن بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ غنیمت کی مشروعیت سنہ ۲ھ میں ہوئی اور اہل بیت کا حصہ خمس الخمس ہے یعنی مجموعۂ غنیمت کا پچیسواں حصہ اگر سال میں دس ۱۰ یا بیس ۲۰ مرتبہ جہاد ہو تو حضرات اہل بیت کا یہ حصہ بدستور ان کے لیے متعین ہے۔ اور دوسرا گروہ جو یہ کہتا ہے کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکی تھی لیکن نصاب مدینہ میں فرض ہوا تو بے شک یہ محل طعن ہوتا (خصوصاً جب کہ حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت کہ نصاب سے پہلے سب کچھ دے دینے کا حکم تھا ساتھ ملا لی جائے) مگر اس کو کیا کریں کہ وہی زمانہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فقر کا زمانہ تھا۔ بغیر چند حضرات کے سب بھوک میں مبتلا تھے تو ایسی حالت میں پھر وہی محذور لوٹ کر عائد ہوتا ہے کہ جہاں سے نہیں ملتا یعنی زکوٰۃ اس کے جائز ہونے میں تو طعن ہو اور جہاں غنیمت کا لے شمار مال بعض مواقع میں حاصل ہوا ہو اس کے دینے میں طعن نہ ہو۔ اور جب کہ ابتدائے اسلام تھا اور طعن کا موقع بھی بہت زیادہ تھا تو طعن نہ ہو چلو ہم یہ سب کچھ دو منٹ کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ زکوٰۃ اہل بیت کو اس لیے نہ دی کہ محل طعن تھا لیکن سوال یہ ہے کہ طعن اگر کرتے تو کون کرتے؟ حضرات صحابہ کرامؓ

تو ہرگز طعن نہ کرتے۔ اگر منافقین ہوں تو وہ باوجود اس کے طعن سے باز نہ آئے سورۃ توبہ پ۱۰

رکوع ۷ میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ‌‌ بعض لوگ آپ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا ‌‌ میں سو اگر ان کو اس سے ملے تو راضی ہوتے ہیں

مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ‌‌ اور اگر نہ ملے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں۔

اور اگر مشرکین و یہود اور نصاریٰ ہوں۔ وہ تو اس سے بڑے بڑے طعن کرتے رہے تو کیا ان کی وجہ مسائل حقہ رک گئے۔ کلا ثم کلا۔

وفوق ذالك كله۔ اگر یہ محل طعن ہوتا بھی مگر آپ کے بیان کرنے کے بعد یہ طعن حضرات صحابہ کرامؓ سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۰ میں روایت موجود ہے کہ جب جنگ حنین کی غنیمت (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں سب سے زیادہ اس جگہ سے حاصل ہوئی بانٹنے کا وقت آیا تو انصار کو کچھ بھی نہ دیا گیا۔ ولم يعط الانصار شيئا الحديث۔ انصار کو کوئی چیز بھی نہ دی بعض کے قلوب میں یہ خیال ہوا کہ لڑائی تو ہم نے کی اور غنیمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریشی بھائیوں کو دیدی جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا۔ کیا تم جاہل نہ تھے اور خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت نصیب کی کیا تمہارے اندر تشتت و افتراق نہ تھا میرے ذریعے سے اتحاد و اتفاق ہوا اخیر میں فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ بکریاں اور مال لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر جاؤ۔ یہ سب سے بڑا محل تھا طعن کا مگر آپ کی تقریر سن کر سب راضی ہو گئے اور اس طعن کی وجہ سے آپ نے اپنا فیصلہ نہ توڑا کیونکہ حکم ہی یہی تھا بہر حال یہ علت نہیں بن سکتی ہاں ایک صوفیانہ رنگ میں حکمت ضرور ہے ہم بھی اس کے قائل ہیں۔

دوسری علت جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے انه لا یحل لکم اهل البیت من الصدقات انما هی غسالة الایدی وان لکم فی خمس الخمس لما یغنیکم انتہی۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ کنز العمال جلد ۳ ص۳۸۵ و مجمع الزوائد جلد ۳ ص۹۱ و نصب الرایہ جلد ۲ ص۴۰۳ و الدرایہ ص۱۶۷۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل بیت تمہارے لیے صدقات حلال نہیں کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اور تمہارے لیے خمس الخمس کافی ہے اس میں صدقات کا میل کچیل ہونا تو علت ہے، اور اس میں نزاع نہیں لیکن خمس الخمس علت نہیں نہ نقلاً اور نہ عقلاً، نقلاً تو اس لیے کہ اس میں ایک راوی ہے جس کا لقب حنش ہے اور نام حسین بن قیس ہے۔

۱۔ کتاب الضعفاء صغیر امام بخاری ص۹ میں ہے۔

حسین بن قیس ابو علی الرحبی یقال له حنش عن عکرمة ترك احمد حدیثه انتہیٰ۔	و حسین بن قیس ابو علی رحبی جس کو حنش کہتے ہیں عکرمہؓ سے روایت کرتا ہے امام احمدؒ نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا تھا۔

فائدہ:۔ یہ روایت بھی عکرمہؓ سے ہے (تمام طرق میں)

۲۔ کتاب الضعفاء امام نسائیؒ ص۱۳ میں ہے۔

متروک الحدیث انتہی۔ یہ بالکل متروک الحدیث ہے۔

۳۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص۹۱ میں ہے۔

فیه حسین بن قیس الملقب بحنش وفیه کلام کثیر الخ۔	کہ اس روایت میں حسین بن قیس ہے جس کا لقب حنش ہے حضرات محدثینؒ نے اس میں بہت کلام کیا ہے۔

۴۔ بیہقی جلد ۳ ص۱۶۹ میں ہے۔

تفرد به ابو علی الرجبی المعروف بحنش وهو ضعیف لا یحتج به ورواه ابن حبان فی کتاب الضعفاء وقال حنش بن قیس الرجبی ابو علی ولقبه حنش کذبه احمد وترکه ابن معین الخ

اس روایت کو فقط ابو علی رجبی جو حنش سے مشہور ہے روایت کرتا ہے اور وہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے ابن حبانؒ نے کتاب ضعفاء میں کہا ہے کہ امام احمدؒ نے اسے کاذب کہا ہے اور امام ابن معینؒ نے اس سے روایت ترک کر دی ہے۔

۵۔ نصب الرایہ جلد۲ ص۱۹۳ میں

قال الحاکم ثقة وقال فی تنقیح التحقیق لم یتابع الحاکم علی توثیقه فقد کذبه احمدؒ وقال مرة هو متروک الحدیث و کذالک قال النسائیؒ والدارقطنیؒ الخ

امام حاکمؒ نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر صاحب تنقیح نے حاکمؒ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام حاکمؒ کا ساتھ اس کو ثقہ کہنے میں کسی نے نہیں دیا۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے اور ایک دفعہ فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے اور ایسا ہی امام نسائیؒ اور امام دارقطنیؒ نے کہا ہے۔ (امام دارقطنیؒ المتوفی ۳۸۵ھ)

۶۔ الدرایۃ ص۱۳۰ میں ہے۔

فیه حنش بن قیس وهو واهٍ جداً انتہی

اس روایت میں حنش بن قیس ہے اور وہ بہت زیادہ کمزور ہے

۷۔ تقریب التہذیب فاروقی ص۹۳ میں ہے متروک من السابعة۔ ساتویں طبقہ کے رواۃ میں سے ہے اور متروک (الحدیث) ہے۔

۸۔ قانون الموضوعات ص۲۵۰ میں ہے ضعیف عند اهل العلم الی ان قال ضعیف عند المحدثین الخ تمام اہل علم اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۹۔ تہذیب التہذیب جلد۲ ص۳۶۴ و ص۳۶۵ میں ہے۔

عن ابن معین وابی زرعة ضعیف

امام ابن معینؒ وابی زرعہؒ سے ہے کہ وہ ضعیف ہے

قال ابن ابی حاتم عن ابیه ضعیف
الحدیث ومنکر الحدیث قال البخاری
احادیثه منکرة جداً ولا یکتب حدیثه
وقال النسائی متروك الحدیث قال
العقیلی لا یتابع علیه وقال ابن عدیؒ
هو الی الضعف اقرب منه الی الصدق
وقال الجوزقانی احادیثه منکرة جدا
فلا یکتب ونقل ابن الجوزی عن
احمد انه کذبه وقال الدارقطنی متروك
الحدیث وقال ابوبکر البزار لین
الحدیث وعن علی بن المدینی لیس
عندی بالقوی قال الامام مسلم
متروك الحدیث. قال الساجی ضعیف
الحدیث متروك یحدث بالاحادیث
البواطیل وقال ابن حبان یقلب
الاخبار ویلزق روایة الضعفا بالثقات انتہی

ابو حاتمؒ بھی ضعیف ہونے کے ساتھ منکر الحدیث بھی
کہتے ہیں، امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس کی احادیث منکر
ہیں اور اس سے روایت نہ لکھی جائے امام نسائی کہتے ہیں کہ
وہ متروک ہے عقیلیؒ کہتے ہیں کہ تنہا روایتیں کیا کرتا ہے
ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ بہ نسبت سچی ہونے کی اس کی احادیث
ضعف کی طرف بہت زیادہ قریب ہیں جوزقانیؒ کہتے
ہیں کہ اس کی احادیث بہت زیادہ منکر ہیں سو نہ لکھی
جائیں اور امام ابن الجوزیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا
ہے کہ انہوں نے اس کو جھوٹا قرار دیا امام دار قطنیؒ بھی
کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ بزارؒ کہتے ہیں کہ وہ
کمزور روایتیں پیش کرتا ہے علیؒ بن مدینی کہتے
ہیں کہ میرے نزدیک وہ قوی نہیں۔ امام مسلمؒ
کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ امام ساجیؒ کہتے ہیں
کہ وہ ضعیف ہے۔ اور باطل حدیثیں پیش کرتا ہے
محدث ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ سند کے اندر جو ضعیف
راوی ہوتے ہیں انکی بجائے ثقہ راویوں سے روایت جوڑ دیتا ہے

۱۰۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۲۵۵ میں انہیں حضرات محدثینؒ کے مذکورہ بالا اقوال نقل کرتے ہیں۔

دیکھئے حضرت امام بخاریؒ امام نسائیؒ امام احمدؒ امام بیہقیؒ امام دار قطنیؒ، امام معینؒ، ابوبکر ہیثمیؒ، امام جمال الدین زیلعیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور صاحب تنقیح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ راوی قابل احتجاج نہیں ہے اور حافظ ابن حجرؒ نخبۃ الفکر ص ۵۹ میں حدیث

متروک کی تعریف کرتے ہیں۔

القسم الثانی من اقسام المردود وھو مایکون بسبب تھمۃ الراوی بالکذب وھو المتروک انتی۔

قسم ثانی مردود کی یہ ہے کہ راوی متہم بالکذب (جھوٹا) ہو ایسی حدیث کو (حضرات محدثینؒ کی اصطلاح میں) متروک کہتے ہیں۔

فائدہ:- امام حاکمؒ کا کسی روایت (یا راوی) کو صحیح کہدینا حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک ہمیشہ قابلِ تنقید رہا ہے۔

علامہ ذہبیؒ تلخیص المستدرک جلد ۲ ص۶۱۷ میں ایک روایت کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہے امام حاکمؒ کہتے ہیں صحیح ولم یخرجاہ۔ یعنی یہ روایت صحیح ہے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

۱۔ قلت بل موضوع قبح اللہ من وضعہ وماکنت احسب ان الجھل یبلغ بالحاکم الی ان یصحح مثل ھذا واسنادہ ھکذا الخ

میں کہتا ہوں کہ یہ موضوع ہے اللہ تعالیٰ ہلاک کرے اس کو جس نے اس کو وضع کیا ہے میرا یہ خیال نہ تھا کہ امام حاکمؒ اتنا جاہل ہے۔ جو ایسی روایت کو صحیح کہتا ہے حالانکہ اس کی سند یہ ہے (یعنی اس میں وضعین ہیں۔)

۲۔ ابکار المنن ص۵۴ میں ہے (ایک روایت کی تحقیق میں) فی تصحیح الحاکم نظر الخ امام حاکمؒ کا اس روایت کو صحیح کہہ دینا محل نظر ہے۔

۳۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص۸۵ میں ہے۔

الحاکم یصحح فی مستدرکہ احادیث ساقطۃ ویکثر ذالک ثم ھو شیعی

امام حاکمؒ مستدرک میں بہت گری ہوئی احادیث کو بکثرت صحیح کہہ جاتے ہیں۔ اور وہ مشہور شیعہ

مشهور من غیر تعرض للشیخین و قال ابن طاهر سألت ابا اسمٰعیل الانصاری عن الحاکم فقال امام فی الحدیث رافضی خبیث۔ قال الذهبی الله یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی۔ فقط الخ

ہیں۔ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کچھ نہیں کہتے، امام ابن طاہرؒ کہتے ہیں کہ امام حاکمؒ حدیث کے حق میں امام ہیں مگر رافضی خبیث ہے علامہ ذہبی رحؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ شیعہ تو ہے یعنی حضرت علیؓ کو فضیلت دینے والا مگر رافضی نہیں جو حضرات صحابہ ثلاثہؓ کو ترک کرتا ہو۔

۴۔ تدریب الراوی ص۱۰۳ میں ہے۔

ویقاربه صحیح ابی حاتم وابن حبان فی التساهل

مستدرک حاکمؒ کے قریب ہے تساہل میں صحیح ابی حاتمؒ اور صحیح ابن حبانؒ۔

۵۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ص۲۴ میں ہے۔

والبستیؒ یدانی حاکما فی التساهل۔

امام ابن حبان بستیؒ تساہل میں امام حاکمؒ کے قریب ہیں۔

۶۔ مقدمہ ابن صلاح ص۹ میں ہے۔

ویقاربه فی حکمه صحیح ابی حاتم وابن حبان البستی الخ

مستدرک حاکمؒ کے قریب ہے (تساہل میں) صحیح ابن حبانؒ و صحیح ابی حاتمؒ۔

۷۔ کتاب التوسل مطبوعہ المنار لابن تیمیہؒ ص۱۰۱ میں ہے (وکذا تذکرة الحفاظ للذهبیؒ ترجمۂ امام حاکمؒ)

وقالوا ان الحاکم یصحح احادیث وهی موضوعة مکذوبة عند اهل المعرفة بالحدیث وکذلك احادیث کثیرة فی مستدرکه یصححها وهی عند ائمة اهل العلم بالحدیث موضوعة

حضرات محدثینؒ نے کہا ہے کہ امام حاکمؒ ایسی احادیث کو بھی صحیح کہہ جاتے ہیں جو جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں اور مستدرک میں اکثر وہ ایسا کرتے حالانکہ محدثینؒ کے نزدیک وہ موضوع ہیں۔

۸۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۵ میں ایک راوی محمد بن جعفر سے ایک روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ساڑھے سات سو سال تک دنیا پر حکمران رہے علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

اخرجه الحاکم فی مستدرکه فشان الکتاب به وبامثاله۔ انتہی

امام حاکمؒ نے اس روایت اور اس جیسی دوسری ضعیف روایات سے کتاب کو معیوب کر دیا ہے۔

۹۔ مقدمہ زیلعی ص ۱۱ میں ابن دحیہؒ کی العلم المشہور سے نقل کیا ہے۔

ویجب علی اهل الحدیث ان یتحفظوا من قول الحاکم ابی عبدالله فانه کثیر الغلط ظاهر السقط۔

علماء حدیث پر واجب ہے کہ امام حاکم کی روایات سے بچا کریں۔ کیونکہ وہ کثرت سے غلطی کرتے ہیں اور کھلے طور پر گری ہوئی روایات پیش کرتے ہیں۔

دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۹۱ اور تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۵ اور نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۴ اور طبرانی فی الکبیر اور الدرایہ ص ۱۶۷ میں ہے۔

عن مجاهد قال کان آل النبی صلی الله علیه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس۔ انتہی

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ آپ کی آل پر صدقہ حرام تھا۔ اس لیے ان کے لیے خمس الخمس مقرر ہوا ہے۔

مگر دو وجہ سے یہ روایت بھی غیر مقبول ہے۔ اوّلاً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت مجاہدؒ سے جو روایت کرنے والا راوی ہے اس کا نام خصیف بن عبدالرحمٰن ہے گو اس کو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام نسائیؒ ضعفاء ص ۴۲ میں فرماتے ہیں لیس بالقوی اور میزان الاعتدال ص ۳۰۷ ج ۱ میں ہے۔ ترکه احمد وقال مرة لیس بالقوی وقال ابو حاتم تکلم فی سوء حفظه (مات سنة ۱۳۸ھ) کہ امام احمدؒ نے اس کو ترک کر دیا تھا اور نیز فرمایا کہ وہ قوی نہیں ہے اور امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ سوء حفظ کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔

وثانیاً۔ حضرت مجاہدؒ تابعی ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو نہیں دیکھا

توان کی روایت مرسل ہے ہم مرسل کے متعلق بعض محدثین کرامؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں بغور دیکھیں۔

۱۔ کتاب علل الترمذی جلد ۲ ص ۲۳۹ میں ہے۔

والحديث اذا كان مرسلا فانه لا يصح عند اكثر اهل العلم بالحديث قد ضعفه غير واحد منهم انتہی۔

حدیث جب مرسل ہو تو وہ ضعیف ہوتی ہے اکثر اہل علم کے نزدیک۔ اور بہت سے محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۔ وفی مقدمہ نووی ص ۱ مذہب الشافعیؒ والمحدثین وجمهورهم وجماعة من الفقهاء انه لا يحتج بالمرسل الخ

امام شافعیؒ اور محدثینؒ میں سے جمہور اور فقہاءؒ میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مرسل حدیث قابل احتجاج نہیں۔

۳۔ مقدمہ مسلم ص ۲۲ میں ہے و المرسل من الروايات فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالاخبار ليس بحجة الخ

مرسل روایت ہمارے قاعدہ کے ماتحت اور اکثر اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک حجت نہیں۔

۴۔ کتاب القراءۃ بیہقیؒ ص ۱۳۱ میں ہے۔

وهو ضعيف من حيث انه مرسل الخ

مرسل ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے

۵۔ تدریب الراوی ص ۶۶ میں ہے۔

المرسل ضعيف عند الجمهور الخ

کہ مرسل جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۶۔ ابکار المنن میں ہے۔

كونه مرسلا يكفی لضعفه الخ

اس کا مرسل ہونا ہی اس کے ضعف کے لیے کافی ہے

۷۔ نخبۃ الفکر ص ۵۰، ۵۱ میں مرسل پر بحث کی گئی ہے۔

اسی لیے امام جمال الدین زیلعیؒ تخریج حدیث مذکور (جلد ۲ ص ۴۰۳) کے بعد فرماتے ہیں۔ غریب بهذا اللفظ انتہی۔ ان الفاظ سے یہ روایت غریب ہے شیخ ابن الہمامؒ

فتح القدیر مصری جلد ۲ صہ ۲۴ میں فرماتے ہیں ھٰذا حدیث غریب الخ اسی کے قریب الفاظ ہیں علامہ بدرالدین عینیؒ کے بنایہ شرح ہدایہ میں فراجع۔ غریب وہ حدیث ہوتی ہے جو ایک ہی طریق وسند سے ثابت ہو۔ راجع نخبۃ الفکر صہ ۳۵ وغیرہ من کتب الاصول۔

فائدہ:- ہم نے جو کہا ہے کہ مرسل قابل احتجاج نہیں تو اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کسی صورت یا کسی امام کے نزدیک بھی مرسل حجت نہیں۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ مرسل قابل حجت ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ تابعینؒ سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے دوسری صدی کے آخر تک حضرات ائمہؒ میں سے کسی نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا حضرت امام شافعیؒ پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے کا انکار کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰ وتوجیہ النظر صہ ۲۴۵) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کرامؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے۔ الخ (مقدمہ نوویؒ صہ ۱۷) مرسل حجت ہے مگر چند شرائط کے ساتھ جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے۔

۱۔ توجیہ النظر صہ ۱۵۲ و صہ ۲۴۵ ومقدمہ فتح الملہم صہ ۳۴ میں ہے

فاذا لم یکن مسندا غیر المرسل فالمرسل یحتج بہ الخ — جب مرفوع روایت موجود نہ ہو اور مرسل ہی ہو تو مرسل حجت ہے۔

مگر ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

ولیس ھو مثل المتصل فی القوۃ الخ (مقدمہ فتح الملہم صہ ۳۴) — کہ مرسل قوت میں مرفوع ومتصل کے برابر نہیں۔

اور جس مسئلہ کے ہم درپے ہیں اس میں بقول امام طحاویؒ صحیح حدیث ہی نہیں بلکہ احادیث متواترہ ہیں کہ بنی ہاشم کے لیے صدقات مطلقاً حرام ہیں محض اوساخ الناس ہونے کی وجہ سے خمس ہو یا نہ ہو۔

یہاں تک جو کلام ہم نے کیا وہ نقلاً و روایتہً تھا اب ہم اس پر عقلاً کلام کرتے ہیں امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ احکام القرآن جلد۲ ص۲۳ میں فرماتے ہیں۔

فلیس استحقاق سھم من الخمس اصلاً لتحریم الصدقة علی بنی ھاشم لان الیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل یستحقون سہما من الخمس ولم تحرم علیھم الصدقة فدل علی ان استحقاق سھم من الخمس لیس باصل فی تحریم الصدقة علی بنی ھاشم الخ

بنو ہاشم کا غنیمت کے خمس کا مستحق ہونا ان پر حرمت صدقات کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ یتیموں، مسکینوں، اور مسافروں کو بھی خمس ملتا ہے حالانکہ ان پر صدقات حرام نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہونے کی دلیل اور علت خمس نہیں ہے۔

تیسری علت انما ھی اوساخ الناس الحدیث ایک حدیث میں ہے غسالة الایدی الحدیث یہ علت ہے کہ چونکہ صدقات اوساخ اور میل کچیل ہیں اس لیے سادات کے لیے حرام ہیں۔

۱۔ فتح الملہم جلد۲ ص۳۸۵ میں ہے۔

والاصل فی کل حکم ان یبقیٰ ما دامت العلة باقیة الخ

اصل ہر حکم میں یہ ہے کہ جب تک علت باقی ہوگی حکم بھی باقی ہوگا۔

۲۔ مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد۱ ص۳۸۳ میں لکھا ہے۔ صاحب الفصولین نے لکھا ہے

ان الحکم اذا ثبت بعلة فما بقی شیٔ من احکام العلة بقی الحکم ببقائہ انتہی۔

کہ جب کوئی حکم کسی دلیل و علت سے ثابت ہو تو جب تک وہ علت باقی ہوگی حکم بھی باقی رہے گا۔

صدقات سے نہ تو اوساخ ہونا دور ہوا اور نہ قیامت تک وہ سادات کے لیے جائز ہوں۔ ہماری اس تحقیق کے بعد کسی احتمال کی ضرورت نہیں جیسا کہ صاحب اعلاء السنن نے (۹/۶ ص۵۵ میں) تحریر کیا ہے کہ اگر خمس کو علت تسلیم بھی کر لیں تو اصل تشریعی کی علت ہوگی نہ کہ بقاء کی جیسا کہ طواف میں رَمَل اکڑ کر چلنا کہ قریش مکہ نے کہا تھا کہ ان مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے حکم ہوا کہ اکڑ کر چلو۔ اب باوجودیکہ مکہ میں ظاہر کوئی مشرک نہیں مگر پھر بھی اکڑ کر چلنے کا حکم ہے) خصوصاً جب کہ احادیث حرمت صدقات بہت سی ہیں اور ان کے خلاف کوئی حدیث موجود نہیں (کہ زکوٰۃ و صدقات سادات کیلئے حلال ہیں) انتہیٰ کلامہ ملخصاً۔

اب ہمارے ذمہ اس روایت کا جواب رہ جاتا ہے۔ کہ بعض بنی ہاشم بعض کو صدقات دے سکتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟ نیل الاوطار جلد ۴ ص۵۸ میں ہے۔

و اما ما استدل به القائلون بحلها للهاشمی من الهاشمی من حدیث العباس بن عبد المطلب الذی اخرجه الحاکم فی النوع السابع والثلاثین من علوم الحدیث باسنا کله من بنی هاشم ان العباس بن عبد المطلب قال قلنا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انك حرمت علینا صدقات الناس هل تحل لنا صدقات بعضنا لبعض فقال نعم فهذا الحدیث	ان لوگوں کا استدلال جو یہ کہتے ہیں کہ بعض بنی ہاشم بعض کو صدقات دے سکتے ہیں وہ حدیث ہے جس کو امام حاکم نے معرفت علوم الحدیث کی سینتیسویں ۳۷ نوع میں بیان کیا ہے اور اس کے سب راوی ہاشمی ہیں۔ کہ حضرت عباسؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں یہ فرمائیں کہ جب آپ نے لوگوں کے صدقات ہمارے لیے حرام کر دئے ہیں تو کیا ہم آپس میں بعض بعض کو صدقات دے سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس حدیث کے بعض راوی متہم (بالوضع) ہیں۔ اور صاحب میزان (الاعتدال

ل قاضی شوکانیؒ نے جو یہ لکھا ہے کہ امام حاکمؒ نے یہ روایت معرفت علوم الحدیث کی سینتیسویں ۳۷ نوع میں بیان کی ہے یہ ان کا نرا وہم ہے یہ روایت امام حاکمؒ نے انتیسویں ۲۹ نوع میں ذکر کی ہے ملاحظہ ہو معرفت علوم الحدیث ص۱۱۵ طبع قاہرہ اور آخر میں لکھا ہے کہ کہ رواۃ الحدیث کلہم ہاشمیون۔ اس کی سند میں ابو محمد الحسن بن محمد بن یحیی العلوی ہے علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ج۱ ص۲۴۲ میں اور حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ج۲ ص۲۵۲ میں ان کی ایک حدیث علیؓ خیر البشر وفی روایۃ علیؓ خیر البشر فمن ابی فقد کفر اور دوسری حدیث علیؓ و ذریتہ یختمون الاوصیاء الی یوم الدین نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں اسکے جھوٹے ہونے پر دال ہیں نیز پہلی روایت کے بارے میں یہ بزرگ لکھتے ہیں الباطل یعنی واضح طور پر یہ باطل ہے اور نیز لکھتے ہیں کہ اگر یہ راوی متہم (بالکذب) نہ ہوتا تو محدثین کرامؒ کا اس کے پاس ہجوم ہوتا کیونکہ وہ معمر تھا۔

قد اتّهم به بعض رواتهم وقد	علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کے راویوں پر
اطال صاحب المیزان الکلام علی	پوری جرح کی ہے۔ تو یہ روایت ان احادیث
ذلك فلیس بصالح لتخصیص تلك	صحیحہ عامہ کی تخصیص نہیں کر سکتی کیونکہ یہ روایت
العمومات الصحیحة الخ	بہت گری ہوئی ہے۔

یہ نقلی و روایتی تحقیق تھی۔ عقلاً بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ کہ جب وہ مال اوساخ الناس ہے تو خواہ ہاشمی سے ہو یا غیر ہاشمی سے وہ تو وسخ ہی رہے گا۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہاشمی ہاشمی کی وسخ و میل تو کھائے اور وہ اس کے لیے جائز ہو اور غیر ہاشمی کی وسخ اس کے لیے حرام ہو فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝

ایک بحث اور بھی کر لینی چاہیئے تاکہ یہ باب بھی مکمل ہو جائے وہ بحث یہ ہے کہ حضرات ازواج مطہراتؓ بھی اہل بیت میں داخل ہیں یا نہیں مسلم جلد ۲ ص ۲۹۰ میں زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے

قال (حصین) له ای لزید بن ارقمؓ)	حضرت حصینؓ نے سوال کیا کہ کیا آپ کی حضرات
یازید الیس نسائه فی اهل بیته	ازواج مطہراتؓ اہل بیت نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ
قال نسائه من اهل بیته ولکن اهل	ہاں اہل بیت تو ہیں لیکن اہل بیت جن کا میں
بیته من حرم علیه الصدقة الحدیث.	تذکرہ کرتا ہوں وہ ہیں جن پر صدقات حرام ہیں وہ آل علیؓ وغیرہ ہیں الخ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات حضرات ازواج مطہراتؓ پر حرام نہیں لیکن اصولی طور پر یہ قاعدہ ہے کہ جب صاحب قصہ خود کچھ بیان کرے تو اس کو ترجیح ہوتی ہے۔

کتاب الاعتبار ص ۱۱ للعلامۃ محمدؒ بن موسیٰؒ بن عثمانؒ بن حازمؒ (المتوفی ۵۸۴ھ) میں ہے۔

الوجه الثامن ان یکون احد الراویین صاحب القصة فیرجح حدیثه لان صاحب القصة اعرف بحاله من غیره الخ۔	آٹھویں وجہ بیان ترجیح کی یہ ہے کہ دو راویوں میں سے ایک صاحب قصہ ہو تو اس کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ صاحب قصہ اپنے حال کو غیر سے زیادہ جانا کرتا ہے۔

اب بعض دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الرد لابن ابی شیبۃ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۳۸ میں ہے۔

حدثنا وکیع (ثقة ثبت) عن محمد بن شریك (ثقة من رجال ابی داؤد۔ تہذیب جلد۹ ص۲۲۳) عن ابن ابی ملیکة (ھو عبداللہ بن عبید اللہ تابعی ثقة۔ فقیہ من رجال الستة تقریب ص۱۳۵) ان خالد بن سعید بن العاص بعث الی عائشة ببقرة فردتھا وقالت انا ال محمد لا ناکل الصدقة۔	امام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیعؒ نے حدیث بیان کی (جو ثقہ اور ثبت ہے) اور وہ محمدؒ بن شریکؒ سے روایت کرتے ہیں (جو ثقہ ہیں) اور وہ ابن ابی ملیکہؒ سے (جو کہ تابعی ہیں اور ثقہ ہیں) روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ خالدؒ بن سعیدؒ بن العاص نے ایک گائے (صدقہ کی) حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجی انہوں نے رد کر دی اور فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے۔

۲۔ نیل الاوطار جلد۴ ص۶۰ میں اس روایت کے بارے لکھا ہے

قال الحافظ واسنادہ الی عائشةؓ حسن وھذا یدل علی تحریمھا الخ	کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حضرت عائشہؓ تک حسن ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صدقات حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی حرام ہیں۔

محدث ابن بطالؒ نے اس کے خلاف بھی کہا ہے مگر اس کے دو سبب ہیں۔ اوّل تو ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث مذکور نہیں پہنچی دوسرے ممکن ہے کہ ان کو

حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت سے یہ دھوکہ ہوا ہو اسی لیے ہم نے روایت کے راوی بھی بتلا دئیے ہیں اور حافظ الحدیث سے حدیث کا حسن ہونا بھی نقل کر دیا ہے اور کتاب الاعتبار کے حوالہ سے حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت پر حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ ترجیح بھی بتلا دی ہے اصل عبارت طحطاوی ص۹۸۶ میں یوں ہے۔

واما الصدقة علی ازواجه ففی شرح البخاری لابن بطالؒ ان الفقهاء قد اتفقوا علی ان ازواجه علیه السلام لسن یدخلن فی الذین حرمت علیهم الصدقات وقال ابن قدامة (الحنبلی فی المغنی) روی عن عائشة انها قالت انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة قال فهذا یدل علی تحریمها علیهن الخ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج مطہراتؓ پر صدقہ کے بارے محدث ابن بطالؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرات فقہاءؒ کا اتفاق ہے کہ آپ کی حضرات ازواج مطہرات ان لوگوں میں نہیں داخل جن پر صدقات حرام ہیں (لیکن) امام ابن قدامہؒ (حنبلی اپنی کتاب مغنی میں) فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے (کائے رد کرتے وقت کا تمر) فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقات حلال نہیں۔ تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ازواج مطہراتؓ پر بھی صدقات حرام ہیں

سید احمد طحطاویؒ بھی کچھ یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی صدقات حرام ہیں اسی لیے وہ ابن بطالؒ کے قول کے بعد امام ابن قدامہؒ کی عبارت نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں کرتے کما لا یخفی علی من له ذوق سلیم

نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ منحة الخالق علی البحر الرائق مصری جلد ۲ ص۲۴۷ میں فرماتے ہیں۔

وفی المغنی عن عائشةؓ قالت انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة قال فهذا یدل علی تحریمها علیهن الخ

مغنی (ابن قدامہؒ) میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقات حلال نہیں۔

اس حدیث سے حضرات ازواج مطہراتؓ پر بھی حرمت ثابت ہوتی ہے علماً احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی عبارات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم راجع۔ اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۹۴۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ بعض حضرات کو حدیث مسلم جلد ۱ ص ۳۴۴ و نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰۳ اور درایہ ص ۱۶۷ وغیرہ سے جو اس مضمون سے منقول ہے کہ حضرت ربیعہؓ بن الحارث اور حضرت عباسؓ بن عبد المطلب حضور کے پاس آئے کہ ہمیں شادی کی مہم در پیش ہے اور ہمارے پاس مالی گنجائش نہیں ہمیں صدقات پر عامل مقرر کر دیں تاکہ ہمیں اس ذریعہ سے کچھ رقم میسّر ہو جائے اور ہم اپنا کام چلا سکیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان الصدقات لا ینبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس کہ صدقہ اوساخ الناس ہے آل محمد کو لائق نہیں پھر فرمایا کہ حضرت محمیۃؓ بن جزء) کو بلاؤ جو خمس پر مقرر تھے اور فرمایا۔

اصدق عنہما من الخمس کذا وکذا الخ — کہ اے محمیۃؓ ان کو خمس میں سے اتنا اتنا مال دے دو کہ وہ (مہر وغیرہ ادا کر سکیں) او کما قال ﷺ

یہ شبہ پیدا ہوا کہ شاید یہاں خمس ان کو بطور عوض عن الصدقہ دیا گیا تھا۔ اس کا جواب ہم امام نووی (ج ۱ ص ۳۴۴ و فتح الملہم جلد ۳ ص ۱۰۲) کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

یحتمل ان یرید من سہم ذوی القربٰی من الخمس لانہما من ذوی القربٰی ویحتمل ان یرید من سہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخمس انتہی۔	ممکن ہے کہ یہ حصہ وہ ہو جو خمس میں سے ذوی القربٰی کو دیا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں بزرگ ذوی القربٰی میں سے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ وہ حصہ ہو جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خمس میں سے ملتا تھا۔

اس میں فقط اتنا ہی مذکور ہے کہ ان کو خمس میں سے کچھ حصہ دیا گیا۔ اس میں

عوض عن الصدقۃ کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فائدہ:۔ بعض علماء نے جو یہ فتویٰ دیا ہے (ہم کسی مصلحت سے ان کا نام نہیں لیتے)

قلت واخذ الزکوٰۃ عندی ۔۔۔ کہ زکوٰۃ کا لینا (سادات کے لیے) میرے

اسھل من السوال فافتی بہ ایضاً انتہیٰ۔ ۔۔۔ نزدیک آسان ہے سوال کرنے سے اور میرا یہی فتویٰ ہے

تو انہوں نے اس قاعدہ اذا ابتلیتم ببلائین فاختروا اھونہما پر عمل کیا ہے لیکن ایک تو یہ جمہور علماء کرام اور ائمہ اربعہ واہل ظاہر وغیرہ کے خلاف ہے دوسرے احادیث صحاح کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ قیاس ہے مقابلہ میں نص صریح کے جو غیر مقبول ہے۔ چوتھے سوال گو بعض صورتوں میں ناجائز وغیر اولیٰ ہے مگر بعض صورتیں جواز کی بھی ہیں اور حرمت صدقات علی بنی ہاشم بوجہ اوساخ الناس ہونے کے کسی صورت میں بھی ان کے لیے جائز نہیں اور اس کی علت موبدہ ہے تو یہ فتویٰ ان کا درست نہ ہوگا وہو الحق۔

ایک شبہ اور اس کا حل۔

بعض جاہل لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ جب خمس بھی نہیں ملتا اور صدقات واجبہ بھی سادات کے لیے حرام ہوگئے تو وہ غریب کیا کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا سادات حرام کھانے پر ہی راضی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ لا تحل لمحمد ولا لآل محمد کہ صدقات نہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لیے۔ تو اس اعتراض کا حاصل تو یہ ہوا کہ حضور تو یہ فرمائیں کہ صدقات میری اہل پر حرام ہیں اور اہل اور ان کے ہمدرد وکیل یہ کہیں کہ حلال ہیں۔ حضور تو منع فرمائیں اور یہ کہیں کہ ہم تو نہیں رکتے حضور تو فرمائیں کہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور اہل اور ان کے وکیل کہیں کہ حلال اور طیب ہے حضور تو فرمائیں کہ بوجہ شرافت وکرامت کے میری اہل پر صدقات حرام

ہیں مگر اہل ادران کے وکیل کہیں کہ جس شرافت کی وجہ سے ہمارا رزق بند ہو وہ شرافت وکرامت ہی درکار نہیں۔

حضور تو فرمائیں کہ میں اپنی اہل کو تمام امت پر فضیلت دیتا ہوں مگر وہ کہیں کہ ہم تو ضرور غسالۃ ایدی الناس (لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل) ہی کھائیں گے۔ سبحان اللہ تعالیٰ بحمدہٖ۔ کیا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

حضرت شیخ سعدیؒ کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

چوں دزد از خانہ برخیزد کجا مانند نگہبانی　　چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ہماری حضرات سادات سے دو ہی اپیلیں ہیں جو بھی آسان نظر آئے قبول کرلیں ؎

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن　　مصلحت بین و کار آساں کن

۱۔ یا تو سید ہونے کا دعوےٰ ہی نہ کریں کیونکہ عجم میں نسب غلط ہونے کی وجہ سے صحیح نسب اکثر قوموں کی باقی ہی نہیں رہی۔ الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ یوں سمجھیں کہ جو سید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں دس فیصدی بمشکل اصلی وصحیح سیّد نکلیں گے۔ باقی سب ہم پانچ سوار دہلی سے آئے ہیں کا مصداق ہیں۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کوئی شخص کہتا ہے میں عباسی ہوں کوئی دعوےٰ کرتا ہے کہ میں صدیقی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں فاروقی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں عثمانی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں علوی ہوں۔ کیوں صاحب ابولہب کے بیٹے حضرت عتبہؓ اور حضرت معتبؓ صحابی نہ تھے ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ صحابی نہ تھے اور کیا یزید کی اولاد دنیا سے بالکل نیست ونابود ہوگئی ہے یا اس کی اولاد میں سے کوئی بھی مسلمان باقی نہیں رہا۔ کیا آپ نے کوئی ابولہبی ابوجہلی یا ابولہبی یا یزیدی بھی دیکھا یا سنا ہے میں نے تقریباً تیئیس سال کی عمر میں کوئی دیدہ دلیر جو یہ کہے کہ میں ابوجہلی۔ یا ابولہبی یا یزیدی ہوں کیا یہ سب چیزیں تصنع پر دال نہیں میری اس تحریر سے کوئی صاحب غلط نہ سمجھیں کہ شاید میں ان حضرات سے دشمنی کرتا ہوں اور

ان کے وجود کا قائل نہیں ہوں میں ان بزرگوں کا دلی معتقد ہوں اور ان میں سے باایمان باعمل واصحاب علم حضرات کا جوتا اٹھانا بھی اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں اور دس سے بیس فیصدی ان کے وجود کا بھی قائل ہوں مگر نہ اتنی مقدار میں کہ سو فیصدی ہی تسلیم کر لوں اللھم احبھم الی برحمتک آمین ثم آمین۔

۲- دوسری اپیل یہ ہے کہ اگر ضرور اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم سیّد ہیں تو کم از کم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کو آپ کے لیے حرام فرماتے ہیں اسے حرام سمجھیں اور جائز طرق سے کما کر کھائیں۔

اللھم ارزقنا اتباع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرًّا وعلانیۃ۔

آمین ثم آمین ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

خاتمہ

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ بعض مزید ضروری باتیں بتلائیں گے زکوٰۃ کے بعض اہم مسائل اور اس کی فرضیت کا وقت تو ہم مقدمہ میں پیش کر آئے ہیں اب یہاں کچھ اور ضروری مسائل سُن لیں۔

صدقۃ الفطر:۔ کا حکم ۲ھ میں جب کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے نازل ہوا، اور یہ ہر مسلمان پر واجب ہے بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت عید کی نماز سے پہلے جب کہ مقروض نہ ہو اور حاجات اصلیہ سے فارغ ہو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی کے اندازے کا کوئی سامان ہو تجارت کا ہو یا غیر تجارت کا۔

فائدہ:۔ زکوٰۃ میں سونے چاندی اور نقد کے علاوہ فقط تجارت کا مال شرط ہے مگر قربانی اور صدقۂ فطر میں جو بھی مال حاجت اصلیہ سے فارغ ہو اور نصاب تک پہنچ جائے۔ اس پر فطرانہ لازم ہے۔

پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ایک فقیر کو یا کئی فقرا کو ایک آدمی کا صدقہ یا کئی آدمیوں کا صدقہ دے دے۔ عید کی صبح سے پہلے رمضان میں بھی دینا جائز ہے باقی مسائل یا علما سے پوچھیں یا کتب فقہ میں دیکھ لیں۔

عشر:۔ زمین کی پیداوار اگر بارانی ہے تو تمام پیداوار کا خرچہ زمین نکالنے سے پہلے دسواں حصہ اور اگر کنوئیں وغیرہ کے ذریعہ سے آبپاشی ہو تو بیسواں حصہ حضرت امام ابوحنیفہؒ

کے نزدیک سبزی وغیرہ پر بھی عشر ہے۔ خودرو لکڑی اور گھاس وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ باقی مسائل کتب فقہ میں دیکھ لیں یا پوچھ لیں۔

قسم کا کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا جن سے اکثر بدن ڈھانپ جائے یا دس مسکینوں[1] کو روٹی کھلانا۔ اگر ان اشیا پر قدرت نہ ہو تو پھر تین لگاتار روزے رکھنا۔

کفارۂ ظہار: کے معنی (اپنی منکوحہ بیوی کو ماں بہن وغیرہ محرمات ابدیہ سے تشبیہ دینا) حکم۔ غلام آزاد کرنا۔ یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت روٹی کھلانا۔ یا دو مہینے مسلسل روزے رکھنا۔

عمداً روزہ رمضان کھانے کا کفارہ بھی یہی ہے جو کفارہ ظہار کا ہے۔

باقی مسائل کتب فقہ میں بالتفصیل موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں یا کسی سمجھدار عالم ربانی سے پوچھ لیں۔

نذر: ومنت۔ کے ایک ہی معنی ہیں مثلاً بعض صورتیں اس کی یہ ہیں اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا نماز پڑھوں گا وغیرہ۔ یا مجھے یا میرے کسی عزیز کو شفاء ہوئی تو اتنا صدقہ کروں گا۔ یا میرا بھائی اور بیٹا بسلامت گھر آگیا تو اتنی رقم تیرے نام پہ دوں گا۔ جب یہ کام ہو جائے تو اس کو وہ چیزیں کرنی ضروری ہونگی۔ اور اس پر وہ واجب ہوں گی۔

مگر یہ یاد رہے کہ صدقۂ فطر، عشر، کفارۂ یمین وقتل خطاء، ظہار وایلاء۔ و نذر وکفارۂ رمضان وغیرہ ان سب کے مصرف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصرف ہیں کافر، غنی، سید

---

[1] دس مسکینوں کو روٹی کھلانا دو وقت پیٹ بھر کر کھلائے۔ فقط صبح یا فقط شام کو کھلانا صحیح نہ ہوگا اور احتیاط یہی ہے کہ وہی مسکین رات کو بھی کھائیں جنہوں نے صبح روٹی کھائی تھی۔ راجع عینی بر ہدایۃ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ اور اگر کچا اناج دے تو ہر مسکین کو اتنی مقدار کا دے جو صدقہ فطر میں ایک پر واجب ہوتا ہے یعنی پونے دو سیر گندم ایک مسکین کو دے دینا درست نہیں۔ راجع ہدایہ اولین صفحہ ۲۹۴ وغیرہا کتب الفقہ والفتاویٰ۔

وغیرہ جن پر زکوٰۃ جائز نہیں وہ یہ نہیں لے سکتے۔ کما مر مفصلاً۔

باقی قربانی کا گوشت[1] نفلی صدقات و خیرات۔ مسلم و کافر۔ قریبی و غیر قریبی ہاشمی و غیر ہاشمی سب کے لیے جائز ہیں۔

فائدہ۔ مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحیؒ جلد ۲ ص۳۰۶ میں ہے۔

تصدق بچرم اضحیہ از قبیل تطوعات است وصدقہ تطوع محکوم علیہ بحرمت صرف آں بربنی ہاشم وغیرہ نیست الخ	قربانی کی کھال کا صدقہ کرنا نفلی صدقات میں سے ہے اور نفلی صدقات بنی ہاشم وغیرہ پر حرام نہیں ہیں۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قربانی کا چمڑا چمڑے کی شکل میں نفلی صدقہ ہے اس کو فروخت کرکے اس کی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے (شرح التنویر ص۳۲۱ ج۵)

فائدہ:- یہاں لکھنے کی زیادہ ضرورت تو نہ تھی کیونکہ ہمارا خیال ہے اس پر مستقل رسالہ لکھنے کا مگر چونکہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اس میں زیادہ تاخیر مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

البحر الرائق مصری جلد ۲ ص۲۹۸ اور شامی جلد ۲ ص۱۷۵ اور فتاوی عالمگیری وغیرہ میں یہ مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے کہ نذر لغیر اللہ (کائناً ما کان لمن کان فافھم) حرام ہے۔

واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما ھو مشاھد کان یکون للانسان غائب او مریض اولہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی الی بعض مزارات الصلحاء فیجعل سترۃ علی رأسہ ویقول یا سیدی	وہ نذر جس کو عوام الناس مانا کرتے ہیں جیسا کہ بطور مشاہدہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی آدمی غائب ہو۔ یا مریض ہو یا کوئی اور ضروری حاجت ہو تو وہ بعض حضرات اولیاء اللہ کی قبور پر جاکر اپنے سر پر پردہ ڈال کر کہتے ہیں۔ اے میرے سردار و مولیٰ فلاں بن فلاں اگر میرا غائب آگیا

---

[1] فتاوی عالمگیری ص۳۰۰ ج۵ میں ہے کہ قربانی کا گوشت ذمی (یعنی غیر مسلم کو اسلامی حکومت میں رہتا ہو) دینا جائز ہے ۱۲۔

فلان بن فلان ان رد غائبي او عوفي مريضي او قضيت حاجتي فلك من الذهب كذا ومن الفضة كذا ومن الطعام كذا ومن الشمع كذا ومن الزيت كذا فهذا النذر باطل بالاجماع لوجوه منها انه نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة للمخلوق لا يجوز ومنها ان المنذور له ميت والميت لا يملك ـ ومنها ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله تعالى واعتقاده بذالك كفر انتهى .

یا شفا مل میرے مریض کو یا پوری ہوگئی میری حاجت تو تجھے اتنا سونا یا اتنی چاندی اور اتنا طعام (پختہ یا کچا) اور اتنی موم بتیاں اور اتنا تیل (چراغ جلانے کے لیے) دونگا تو یہ نذر بالاجماع باطل ہے چند وجوہ سے ایک تو اس لئے کہ یہ نذر ہے مخلوق کے لیے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں جائز دوسرے اس لیے کہ جس کے لیے نذر دی جاتی ہے وہ میت ہے اور وہ (اس کو قبض کر کے اسکی) مالک نہیں ہو سکتی تیسرے اس لیے کہ اس سے یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ میت معاملا میں تصرف کرتی ہے حالانکہ اس کا یہ اعتقاد کرنا قطعًا کفر ہے

یہ اس صورت میں ہے جب کہ قبر کے پاس جا کر کہے اور جب دور سے پکار کر کہے تو اس کے متعلق مجموعۂ فتاوی مولانا عبدالحیؒ جلد ا ص۲۵ وغیرہ میں فتاوی برازیہ کردری الحنفیؒ (المتوفی ۸۲۷ھ) سے نقل کرتے ہیں۔

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر الخ

جو یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور ہمارے احوال و اقوال کو جانتی ہیں تو وہ شخص کافر ہے

ہم اس رسالہ میں اس مسئلہ پر نہ زیادہ بحث کرتے ہیں نہ زیادہ حاشیہ آرائی کی ضرورت ہے۔ ہم نے نذر کا معنی کرتے ہوئے یہ بحث ضمناً آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوا تو ہم اس پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت امام ابو حنیفہؒ

حضرت امام ابو حنیفہؒ (المولود ۸۰ھ) کے تابعی ہونے میں یہ جملہ حضرات ائمہ حدیث مثلاً علامہ خطیب بغدادی الشافعیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ)۔ علامہ نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) علامہ شمس الدین ذہبی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) حافظ ابن حجرؒ عسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)۔ علامہ شمس الدین السخاوی الشافعیؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) امام زین الدین عراقیؒ استاد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔ علامہ ابو سعد سمعانی ابو عبد الکریم بن محمد منصور المروزیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) (راجع سیرۃ النعمان جلد ا ص ۱۷) وامام دار قطنی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۱ اور امام ابن عدیؒ راجع قانون الموضوعات ص ۲۲۶ اور امام محمد بن سعدؒ کاتب واقدیؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) متفق ہیں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے حضرت انسؓ کی وفات ۹۳ یا ۹۴ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ اس میں ان حضرات کا اتفاق ہے باقی تین حضرات صحابہؓ (حضرت عبد اللہؓ بن ابی اوفیٰ مات بالکوفۃ ۸۲ھ اور حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی مات بالمدینۃ ۹۱ھ اور حضرت ابو الطفیل عامرؓ بن واثلۃ مات بمکۃ ۱۰۲ھ اور حضرت عامرؓ بن واثلۃ کی بالاتفاق سب حضرات صحابہؓ میں آخر کو وفات ہوئی راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۱) میں اختلاف ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ حضرت عامرؓ بن واثلۃ کو بھی دیکھا ہے (وہو الحق) وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ میں جمہور اس کے قائل ہیں کہ محض کسی صحابی کی ملاقات سے آدمی تابعی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ مدت

تک رہنا اور روایت نقل کرنا تابعی ہونے کے لیے شرط نہیں (ذیل الجواہر ج۲ ص۵۴۲) اور امام ابوالفرج محمد بن اسحاقؒ بن ندیمؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں وکان من التابعین لقی عدة من الصحابةؓ الخ (الفہرست لابن ندیمؒ ص۲۹۸) یعنی امام ابوحنیفہؒ تابعینؒ میں سے تھے متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے غرضیکہ امام ابوحنیفہ رؤیتہً تابعی ہیں۔

امام صاحب کا فن حدیث میں درجہ

علامہ ذہبیؒ نے ایک کتاب لکھی ہے (جس کا نام تذکرۃ الحفاظ رکھا ہے) جس میں وہی لوگ درج کیے ہیں جو حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور تعریف انہیں کی کی ہے۔ (بعض وہ لوگ بھی ضمناً پیش کیے ہیں جن پر جرح بھی کی ہے مگر تعریف انہی کی بیان کی ہے جو ان کے نزدیک حافظ الحدیث ہیں) علامہ ذہبی وہ بزرگ ہیں جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے نخبۃ الفکر ص۱۱۰ میں اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ غیر مقلد نے ابکار المنن ص۱۶۰ میں لکھا ہے۔ قال الذہبی وھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال الخ علامہ ذہبیؒ نے کہا جو کہ مراتب رجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۵۹ میں لکھتے ہیں ابوحنیفہؒ امام تھے پرہیزگار تھے کان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان الخ عالم تھے عامل تھے عبادت گذار تھے بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کتاب الانتقاء جلد۲ ص۱۵۰ میں لکھتے ہیں کہ امام وکیعؒ بن الجراحؒ (المتوفی ۱۹۷ھ) نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیثیں سنیں اصل الفاظ یوں ہیں وقد سمع منہ حدیثا کثیرا الخ علم کلام میں امام کا درجہ خطیب تاریخ جلد۱۳ ص۱۶۱ میں لکھتے ہیں۔ الناس عیال علی ابی حنیفة فی الکلام الخ لوگ امام ابوحنیفہؒ کی عیال ہیں علم کلام (عقائد) میں۔ فقہ میں درجہ علامہ تاج الدین سبکیؒ المتوفی ۷۷۱ھ نے طبقات جلد۲ ص۱۲۴ میں لکھا ہے۔ وفقہ ابی حنیفہؒ فقہ دقیق الخ کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ بہت مشکل فقہ ہے (اسی لیے لوگ بھی اسی فقہ کے زیادہ

منکر ہیں) جن بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر امام صاحبؒ پر اعتراض کئے ہیں اور جن وجوہ سے اعتراض کئے ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک غیر مقبول ہیں (راجع خطیرۃ القدس ص ۵۸ لنواب صدیق حسن خانؒ۔ وکتاب القرأۃ ص ۲۹ للبیہقیؒ وجزء القرأۃ ص ۲۳ للامام البخاریؒ وتہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱ ومیزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ وجلد ۲ ص ۲۵۶ وخیرات الحسان ص ۴۲ وکتاب الانتقاء ص ۱۲۷ وتعلیق الحسن جلد ۱ ص ۴۹ وغیرھا من الکتب والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام) کتاب المناقب جلد ۲ ص ۲۴ لحافظ کردریؒ اور کتاب المقاتل ص ۲۷ وانتقاء ص ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام صاحبؒ کو قید خانہ میں زہر دیا (اس لیے قید کیا تھا کہ انہوں نے قاضی القضاۃ بننے سے انکار کیا تھا کہ ظالم بادشاہ ہیں اور جائز و ناجائز فتوے دینے پڑتے ہیں۔ اور ۱۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذات گرامی پر طعن کرنے والوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر طعن سے کون بچ سکا ہے؟ ہم دو عبارتیں پیش کر دیتے ہیں۔ ۱۔ جزء القرأۃ امام بخاریؒ ص ۲۳ میں ہے۔

ولم ینج کثیر من الناس فی کلام بعض الناس فیھم الی ان قال ولم یلتفت اھل العلم فی ھذا النحو الا ببیان و حجۃ ولم یسقط عدالتھم الا ببرھان ثابت وحجۃ والکلام فی ھذا کثیر انتہی۔	بعض لوگ بعض کے عیب بیان کرتے ہیں اس سے کم ہی کوئی بچا ہوگا لیکن اہل علم ایسے کلام کی پروا نہیں کیا کرتے مگر دلائل اور براہین کے ساتھ اور اس قسم کا کلام جس کے بارے میں کیا جائے تو اس کی عدالت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا مگر جب اس پر برہان و دلیل پیش کیا جائے اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔

۲۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

قلت کلام الاقران بعضھم فی	بعض ہم عصر جو بعض کے متعلق کلام کہتے ہیں

بعض لا یعجبہ لا سیما اذا لوح لک انہ لعداوۃ اولمذھب اولحسد مایخومنہ الا من عصمہ اللہ وما علمت ان عصراً من الاعصار سلم اھلہ من ذالک سوی الانبیاء والصدیقین ولوشئت لسردت من کرار لیس الخ۔

تو وہ قابل التفات نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ کسی دشمنی یا مذہبی تعصب اور عداوت کی بنار پر ہو اس سے وہی بچ سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ بچائے۔ مجھے کوئی زمانہ ایسا نہیں معلوم کہ جس میں بعض کا بعض میں کلام نہ ہوا ہو۔ بغیر حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام (قلت علی التغیر) اور صدیقین کے اگر میں ان کی (جنہیں کلام ہوا) فہرست بیان کروں تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔

حضرت امام مالکؒ

امام ابن عبد البرؒ نے کتاب الانتقار فی مدح الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص۴۳ وص۴۴ میں اور امام ابوالفرج اصفہانیؒ (المتوفی ۳۵۶ھ صاحب الاغانی) نے کتاب المقاتل ص۱۰۲ میں اور قاضی شمس الدین احمدؒ بن خلکانؒ (المتوفی ۶۸۱ھ) نے وفیات الاعیان جلد ۱ ص۴۳۹ میں لکھا ہے کہ جب جعفر بن سلیمان (خلیفہ منصور کا چچا) مدینہ کا گورنر بنا تو امام مالکؒ (المولود ۹۵ھ) کا فتویٰ اس کے سامنے پیش ہوا۔ وہ یہ فتویٰ تھا کہ جس سے جبراً طلاق لی جائے تو وہ طلاق نہیں ہوتی یہ امام مالک کا مذہب ہے احناف کے نزدیک واقع ہو جاتی ہے (راجع کتب الفقہ) تو امام مالکؒ کو ننگا کر کے کوڑوں سے مارا گیا اور مشکیں باندھی گئیں یہاں تک کہ ان کا بازو اکھڑ گیا۔ مگر امام مالکؒ یہی کہتے رہے۔ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول طلاق المکرہ لیس بشئی۔ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو خود پہچانتا ہی ہے جو نہیں پہچانتا میں بتلا دیتا ہوں کہ میں مالکؒ بن انسؒ ہوں میں کہتا ہوں کہ مکرہ کی طلاق نہیں واقع ہوتی۔ فتویٰ تو دوسرے حضرات ائمہؒ نے بھی دیا تھا مگر ان کے ساتھ یہ حرکت کیوں نہ ہوئی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ نے لوگوں سے جبراً بیعت لی تھی خلیفہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ

جب لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوگا کہ جبراً طلاق نہیں ہوتی تو وہ خود بخود یہ سمجھ لیں گے کہ جبراً بیعت بھی نہیں ہوتی اور یہ حکومت پر ضرب تھی لہذا حضرت امام مالکؒ کو یہ سزا دی گئی۔ فاحفظ، وفات مالکؒ ۱۷۹ھ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام محمدؒ بن ادریس الشافعیؒ المولود ۱۵۰ھ بہت بڑے امام ہیں جو علم حدیث علم تفسیر نحو و لغت وفقہ وغیرہ میں مسلّم امام ہیں اور وہ ثقہ فقیہ امام عابد عادل عابد ہیں ہزاروں حضرات ان سے علم حدیث میں مستفید ہوتے عالم اور زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے حق کے بیان کرنے میں کسی لومۃ لائم کی پروا نہ کرتے تھے۔ تاریخ میں موجود ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کو بعض نفس پرستوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا بعض اہل عراق ومصر نے ان پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ ان کی وجہ سے یمن سے دارالسلام تک بیحرمتی اور بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے تھے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔ (راجع سیف یمانی ص۵) گویا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت یوں بھی ادا کی کہ مجاہد بھی بنے عالم بھی نمازی بھی اور غازی بھی ان کے فضائل بہت بے شمار ہیں المتوفی ۲۰۴ھ (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً الی یوم القیمۃ آمین)

حضرت امام احمدؒ بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ المولود ۱۶۴ھ انہوں نے جب قرآن کریم کے غیر مخلوق ہونے کا فتویٰ دیا تو مسلسل اکیس ۲۱ برس تک یکے بعد دیگرے ماموں۔ رشید۔ معتصم واثق نے امتحان لیا مگر امام احمدؒ ایک مضبوط چٹان تھے۔ جو ٹس سے مس نہ ہوئے حالانکہ بڑے بڑے امام حدیث مثلاً علیؒ بن مدینیؒ شیخ بخاریؒ وغیرہ نے خلق قرآن کریم کے بارے میں مجبوراً اثبات میں جواب دیا۔ (راجع تاریخ خطیب جلد ۱۱ ص ۴۷۲)۔

محدث ابن جوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) مناقب احمدؒ ص ۲۳۲ تا ص ۲۳۸ میں لکھتے ہیں کہ محدث ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا رہا کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ کو امام یحییٰؒ ابن معینؒ ابوخیثمہؒ اور دوسرے مشہور بزرگوں پر ترجیح دیتے ہیں مگر ان کی اتنی شہرت نہ تھی جتنی کہ ان کے امتحان کے بعد ہوئی۔ مولانا محمد علی مرحوم کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

عشق مجنوں کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا
شرط یہ بھی ہے کہ وادی پُرخار بھی ہو

حضرت امام ابن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً کثیرۃً

ضمیمہ
تشیع کا اجمالی نقشہ

چونکہ اس کتاب میں شیعہ کا بھی ذکر ہے اور عامۃ المسلمین شیعہ کے عقائد و افعال سے واقف نہیں ہیں اس لیے افادہ کے لیے تھوڑی سی بحث اس کی بھی بیان کی جاتی ہے

مذہب کی صداقت کی نشانی

مذہب کی صداقت اور روحانیت مذہب کے بانی اور اصول مذہب کی صحت و حقانیت اور خلوص اور للّٰہیت پر مبنی ہوتی ہے اگر مذہب کا پیش کرنے والا صادق مصدوق اور اخلاقی کیرکٹر میں اتنے بلند پایہ کا ہو کہ دنیا اس کے مقابلہ و برابری سے عاجز ہو جائے۔ اور اصول مذہب وہ ہوں کہ جس کو بھی عقل سلیم حاصل ہو تو اس کو ایک اصل پر بھی جائے انگشت نہادن نہ ملے تو وہ مذہب مقبول و قابل اخذ ہو گا۔ اور اگر مذہب کے بانی ایسے ہوں جیسے روافض کو ملے ہیں اور اصول وہ ہوں جو ان کو میسّر ہوئے ہیں تو وہ کسی بھی صاحب عقل و سلیم الطبع کے نزدیک بھی قابل اخذ نہیں بانی کون ہے اور اصول مذہب کیا ہیں ہم اجمالی مگر کار آمد اور مسلّم (عقلاً و نقلاً) چند حوالے پیش کرتے ہیں غور سے سنیں۔

اس مذہب کا بانی ایک یہودی تھا

عبداللہ بن وہب بن سبا اس کا نام تھا قالہ المقریزیؒ فی الخطط والآثار (المتوفی ۸۴۵ھ) شیعہ کی مشہور کتاب رجال کشی (جس پر ان کے اسماء الرجال کی دار و مدار

ہے) صـ۱۷ میں ہے۔

ذکر بعض اهل العلم ان عبدالله بن سبا کان یهودیا فاسلم و والی علیًا علیه السلام وکان یقول وهو علی یهودیته فی یوشع بن نون وصی موسی بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم فی علّی علیه السلام مثل ذالك وکان اول من اشهر القول بفرض امامة علیؑ واظهر البرأة من اعدائه وکاشف مخالفیه و اکفرهم فمن ههنا قال من خالف الشیعة ان اصل التشیع ماخوذ من الیهودیة انتہی۔

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ کیا اور وہ اپنے زمانہ یہودیت میں حضرت یوشع بن نون وصی حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بھی بہت غلو (زیادتی) کرتا تھا اور اس نے اسلام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی امامت کو فرض کہا ہے اور جو (اس کے گمان میں) حضرت علیؓ کے مخالف تھے اس نے ان پر تبرا کیا۔ اور مخالفوں کو کھلا ظاہر کرتا رہا۔ اور کافر بناتا گیا۔ پس اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے خلاف ہیں کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد یہودیت پر ہے۔

یہاں گو مذہب شیعہ کا یہودیت سے ماخوذ ہونا مخالفین کا قول قرار دیا گیا ہے مگر ابن سبا کا بانیٔ مذہب ہونا اور امامت حضرت علیؓ کا ضروری قرار دینا اور مخالفین پر تبرا کرنا اور ان کو کافر و مرتد قرار دینا (جو شیعہ مذہب کی سنگ بنیاد ہے) اور ان سب اشیاء کو عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ عبارت مخطوطہ سے ظاہر ہے تسلیم کیا گیا ہے جو اس پر شاہد عدل ہے کہ یہی عبداللہ بن سبا بانیان مذہب شیعہ کا ایک رکن ہے اس کو وہ مخالفین کی طرف منسوب کرکے جان بچانا چاہتے تھے مگر خود پھنس گئے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آگیا

ہم اس پر اس مختصر رسالہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا چاہتے بس یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے بانیوں میں سے ایک یہ عبداللہ بن سبا (درپردہ یہودی) تھا اور ظاہرًا اسلام قبول کر کے دین اسلام کی تخریب کی جو نذر ومنت اس نے مانی تھی ایک حد تک اس میں وہ کامیاب ہوگیا اور اسی ابن سبا کے تعلیمی اصول پر دین واحد میں تقریبًا اسیؔ فرقے نمودار ہوئے۔ غلاۃ، کیسانیہ۔ زیدیہ۔ تفضیلیہ۔ امامیہ۔ معتزلہ، جہمیہ، کرامیہ۔ وغیرہ تمام اسی تالاب کی چھوٹی بڑی نالیاں ہیں (راجع کتاب الخطط والآثار للمقریزیؒ وتاریخ طبریؒ المتوفی سنہ ۳۱۰ھ) والملل والنحل للعلامۃ عبدالکریم شہرستانی (المتوفی سنہ ۵۴۸ھ) ذکر فرقہ سبائیہ والتفصیل لایسعہ ہذا المقام۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے عداوت

ہم مختصر سی تمہید پیش کرتے ہیں تاکہ مطلب سمجھ لینا آسان ہو جائے۔

۱۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو قریش مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو قتل یا گرفتار کر کے لائے گا تو اس کو سو اونٹ بطور انعام دیے جائیں گے۔ حضرت سراقہؓ بن مالک دبن جشعم بن عمرو بن تیم بن مدلج بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی المتوفی سنہ ۲۴ھ) نے جب کہ مسلمان نہ ہوئے تھے ان بزرگ شخصیتوں کا تعاقب کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کو جب دیکھا تو ارادہ بد (قتل کا) مضبوط کر لیا اور قتل کرنا چاہا مگر متعدد بار اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور کامیاب نہ ہوا یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵۴ میں مذکور ہے۔ ہمارا مقصد تاریخ کے اس ٹکڑے سے ہے جس کو حافظ المغرب یوسفؒ بن عبداللہؒ المعروف بابن عبدالبرؒ المالکیؒ (المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستیعاب مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۸۱ میں اور حافظ عزالدین علیؒ بن محمدؒ بن اثیر (المتوفی سنہ ۶۳۰ھ)

نے اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۲۶۹ میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت سراقہ بن مالک سے فرمایا۔

کیف اذا لبست سواری کسریٰ الخ یعنی کیا ہی مبارک ہوگا وہ وقت جب تم کسریٰ کے کنگن پہنوگے (یہ حضور کی پیشن گوئی تھی جو کہ باذن الٰہی ان کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دی گئی تھی قرآن میں ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جس کو بھی کسی حکم سے مستثنیٰ فرمائیں اس میں کیا کلام ہے اور نہ اس سے مختار کل ہونا لازم آتا ہے۔ فافہم) عجیب تماشا ہے کہ جس ذات کو اپنے خاندانی لوگوں نے وطن مالوف ترک کر دینے پر مجبور کر دیا تھا کھانے کے لیے پیٹ بھر کر نانِ جویں بھی میسر نہیں تھی رہنے کے لیے مکلف بنگلہ تو کیا عمدہ مکان بھی حاصل نہیں تھا آرام کرنے کے لیے کوئی نرم و گرم بستر ابھی دستیاب نہیں تھا مگر اس بزرگ ہستی نے باذنِ الٰہی کسریٰ کی حکومت کے کنگنوں کا وعدہ حضرت سراقہؓ بن مالک سے کیا۔

بستر خاک کا دو پارچے کمبل کی کلاہ تاج خسرو ہے یہی تخت سلیماں ہے یہی

اور یہ وعدہ حضرت عمرؓ کے سنہری زمانۂ خلافت میں پورا ہوا اور مسجد نبوی میں حضرت سراقہؓ بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے اور دیکھنے والوں نے عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

کیف اذا لبست الخ میں جو حکمت سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ اے سراقہ رضہ آج تو تم خدا تعالیٰ کے سچے پیغمبر کو دنیا کی لالچ کے لیے قتل یا گرفتار کرنا چاہتے ہو مگر وہ وقت کیا ہی مبارک ہوگا جب تم مسلمان ہوگے اور تمہارے لیے خدا تعالیٰ و رسولِ برحق کی رضا، دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگی تم کسریٰ کے کنگن پہنوگے اور تمہیں

یہ انعام خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری میں حاصل ہو گا۔ دین بھی بوجہ اتم حاصل ہو گا اور دنیا بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔ ہجرت کے اس واقعہ میں حضرت ابوبکرؓ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ ہتھیلی پر جان رکھ کر سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے لہذا ایسی بزرگ شخصیت سے عداوت رکھنا اور ان کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا سراسر اسلام دشمنی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عداوت کے مترادف ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ اور پھر حضرت عمرؓ کی ذات گرامی سے بغض وکینہ اور ان کی خلافت حقہ کا انکار جن کے دور خلافت میں کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں پہنچے اور آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی اسلام کی کون سی خدمت ہے؟

۲۔ شیعہ اکثر حضرات صحابہ کرامؓ کو کافر اور مرتد کہتے ہیں کہ بغیر ان تین چار حضرات کے سب مرتد ہو چکے تھے (احتجاج طبرسی ص۴۸) معاذ اللہ تعالیٰ۔

مامن الامۃ احد بایع مکرھا غیر علیؓ واربعتنا۔	امت میں سے کسی نے حضرت علیؓ اور ہمارے چار آدمیوں کے سوا حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بکراہت بیعت نہ کی

(یعنی سب نے اختیار سے بیعت کی بغیر ان پانچ حضرات کے شیعہ کے خیال میں)

حیات القلوب جلد ۲ ص۶۴۳ میں ہے۔

بہ سند حسن از امام باقر روایت کردہ است کہ صحابہؓ بعد از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرتد شدند مگر سہ نفر سلمان وابوذر ومقداد الخ	حسن سند کے ساتھ حضرت امام باقرؒ سے روایت ہے کہ جملہ حضرات صحابہؓ حضور کی وفات کے بعد مرتد ہو چکے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر تین آدمی، حضرت سلمانؓ، حضرت ابوذرؓ، اور حضرت مقدادؓ۔

کتاب الاختصاص میں نیز روضۂ کافی ص۱۱۵ ورجال کشی ص۸ واحتجاج طبرسی طبع ایران ص۴۸ میں ہے۔

عن ابی جعفرؓ قال کان الناس اھل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ مقدادؓ وابوذرؓ وسلمان رضؓ۔

امام ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (یعنی حضرات صحابہؓ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تین، حضرت مقدادؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمانؓ رضؓ۔

کتاب الاختصاص میں ہے

سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول ان النبی صلی اللہ علیہ لما قبض ارتد الناس علی اعقابھم کفارا الا ثلاثۃ سلمان وابوذر وعمار۔

(عمرو بن ثابت کہتے ہیں) کہ میں نے امام جعفر صادقؒ سے سنا ہے جو کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد سب لوگ یعنی (یعنی حضرات صحابہؓ) مرتد ہو گئے تھے مگر تین مسلمان رہے حضرت ابوذرؓ حضرت سلمان رضؓ۔ اور حضرت عمارؓ۔

غور کیجئے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے (مجمع بحار الانوار ص۵۶۲) مگر ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیئس سالہ تعلیم کا نتیجہ خیر الامم سے یہ ہوا کہ وفات کے بعد معاً سب مرتد ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی جو پہلے جادوگر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے۔ فرعون کے اشد عذاب سولی وغیرہ کی دھمکی سن کر بھی یہ کہیں فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ۔ اے فرعون اے نابکار فرعون تجھ سے جو بھی فیصلہ ہو سکتا ہے کر ہم دین حق کو نہیں چھوڑ سکتے حالانکہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کا بہت تھوڑا زمانہ نصیب ہوا تھا اور یہ بھی مسلم ہے (قواعد شرعیہ کی رُو سے) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت خیر الامم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مفضول امت تکالیف کو دیکھ کر اور سُن کر بھی مرتد نہ ہوئی اور خیر الامم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تیئس سال رہ کر پھر بھی مرتد ہو گئی حالانکہ ان کو کوئی بھی تکلیف درپیش نہ ہوئی تو کیا یہ براہِ

راست شان نبوت پر حملہ نہیں کہ نعوذ باللہ اتنے عرصہ تک دن کو رات کو سفر میں حضر میں مسجد میں میدان جنگ میں آپ تعلیم دیتے رہے لیکن جب حضور دنیا سے تشریف لے گئے تو یہ معاً مرتد ہو گئے۔ اسی لیے گاڈفری ہیگنس عیسائی مورخ نے اپنی کتاب اپالوجی (ترجمہ اردو ص ۶۶، ۶۷) میں ان کے متعلق نہایت سچ لکھا۔ عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب عیسیٰ کو سولی پہ لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدیئے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔

۲۔ شیعہ دو دیگر حضرات صحابہ کرامؓ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً زیادہ طعن کرتے ہیں آپ ضرور اس بات کا لحاظ کریں کہ جب بھی ان کی کوئی مجلس ہوتی ہے تو اس میں دیگر صحابہ کرامؓ سے زیادہ تبرا وہ حضرت عمر فاروقؓ پر کرتے ہیں بلکہ بہت سے ناجائز قصے وضع کر کے ان کے ذمہ لگاتے ہیں بعض مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے پیٹ پہ لات ماری اور حمل گرایا اور حضرت علیؓ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے (اور بزور ان سے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرائی) جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۵۲ یہ شیعہ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔

افسوس کہ یہاں حضرت علیؓ کی بہادری۔ جس کو درۂ خیبر اکھاڑا کس نے۔ اور علی مشکل کشا وغیرہ الفاظ سے وہ یاد کرتے ہیں وہ کہاں گئی؟ غور فرمایئے کہ اس جعلی رام کہانی اور حضرت علیؓ کی شجاعت و بہادری کا کیا جوڑ ہے؟

فائدہ:۔ اور جس روایت میں ہے کہ خیبر کا دروازہ جس کو ستر آدمی بھی نہیں اکھیڑ

سکتے تھے حضرت علیؓ نے اکھاڑ دیا تھا۔ اس کی سند باطل ہے (راجع میزان الاعتدال ص۴۲ جلد۱ و جلد۲ ص۲۱۸ و تقریب ص۴۹)۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گھر جلایا۔ راجع کتاب المرتضی ص۷۵ و حد التحقیق ص۲۳۲ و ملل و نحل جلد۱ ص۲۵ وغیرہ من الکتب۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک تازیانہ (کوڑا) مارا حضرت فاطمہؓ کو جس سے ان کو اشد صدمہ ہوا۔

۴۔ فدک و خلافت صدیقؓ وغیرہ میں حضرت عمرؓ ہی کا ہاتھ تھا وغیرہ ذالک من الواقعات والخرافات الواھیات۔

۵۔ اسی لیے ان میں سے غالی قسم کے لوگ آٹے کا عمرؓ بنا کر شہد سے بھرتے ہیں اور تلوار مار کر کہتے ہیں کہ ہم نے عمرؓ کو قتل کیا اور شہد پی کر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کا خون پیا (استفدتہ من بعض المحققین)

۶۔ حضرت عمرؓ پر اور حضرت ازواج مطہراتؓ پر اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ پر وہ سب سے زیادہ تبرا کرتے ہیں دیکھئے ان کی مشہور کتاب تحفۃ العوام جلد۱ ص۲ جب تک حضرت کے تین اصحاب حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) پر اور دو ازواج پر لعنت و تبرا نہ کہہ لو مصلے سے نہ اٹھو۔ حضرت ازواج مطہراتؓ میں سے دو حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حفصہؓ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا ہے کہ ان لوگوں کو ان حضرات سے عموماً اور حضرت عمرؓ سے خصوصاً کیوں دشمنی ہے کیا وجہ ہے کیا علت و سبب ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر سنہ ۲۳ھ تک مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر و قلعے فتح کئے گویا ایک دن میں نو شہر یا قلعے اپنے قبضہ میں کرتے رہے چار ہزار بتخانوں اور ہیکلوں کو مسجد بنایا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا (ریخ مباش

تذکرہ علامہ مشرقی جلد اص ۶۹) ان ممالک میں خصوصیت سے عراق وایران شامل تھے شام اور مصر وغیرہ بھی انہی مفتوحہ ممالک میں تھے۔ ایران جو کہ مجوسیوں کا ملک تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا اور کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں آکر تقسیم ہوئے حضرت سراقہؓ بن مالک کو کسریٰ کے خزانے پہنا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری کی گئی جب یہ لوگ ایرانی (مجوسی) گرفتار ہوئے اور اپنی سلطنت کے پرزے پرزے ہوتے دیکھے تو جس آگ کی وہ پوجا کرتے اب وہ ان کے دلوں میں بھڑک اٹھی اور ان میں سے بعض مکار بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے نام کی محبت اہل بیت سے ظاہر کی اور اس پردہ میں وہ ایرانیت کی اصل الاصول مجوسیت کی رُوح کا احیاء کرتے رہے حضرت عمرؓ سے اس لیے زیادہ دشمنی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی سب سے زیادہ شیعہ ایران اور عراق میں موجود ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے ایران کو اسلامی ملک بنایا تھا ان کو گرفتار کر کے غلام بنایا ان کی صدیوں سے جو حکومت پختہ ومضبوط تھی۔ اس کا یک لخت تختہ الٹ دیا ان کی عزت ذلت سے بدل گئی ان کی شہر بانو کسریٰ کی لڑکی (لونڈی بن کر آئی) ان کے خزانے اور تخت وتاج ان کے سامنے حضرات صحابہؓ میں تقسیم ہوئے۔ یہ سب کچھ دیکھتے رہے گڑ میں زہر ملایا۔ اہل بیت کی دربرہ نام محبت میں لوگوں کو دھوکہ دیکر اسلام پر کاری ضرب لگاتے رہے نہ اسلام سے محبت نہ اہل بیت سے ان کی محبت بس کفر سے مجوسیت سے اور اسلام مٹانے سے تھی اور ہے اہل بیت سے محبت کا مظاہرہ کر لیں۔ احتجاج طبرسی ص ۵۹ میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے خاوند حضرت علیؓ سے یوں خطاب کیا۔

یا ابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین۔	یا ابن ابی طالب مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ وشل غائبان درخانہ گریختہ (حق الیقین ص ۲۳۳ مجلسی شیعہ)

کہ اے ابوطالب کے بیٹے بچہ کی طرح (ماں کے رحم میں) چھپکر بیٹھا ہے۔ اور تہمت زدہ کی طرح خانہ نشین ہوگیا۔ کیا نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت فاطمہؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والسلام سے یہی تعلیم حاصل کی تھی کہ اپنے خاوند کو خصوصاً امام برحق کو یہ سب کچھ کہنا جائز ہے اگر یہی ہے اہل بیت کی محبت تو واقعی ہم اس سے بیزار ہیں گر ولی ایں ہست لعنت بر ولی۔ اگر کسی مکان کی نیو اور بنیاد کچی ہو تو مکان کی عمارت کبھی پکی ثابت نہیں ہوسکتی اور امت تک جو احکام و عقائد قرآن کریم اور احادیث پہنچیں وہ حضرات صحابہؓ اور حضرات ازواج مطہراتؓ کے ذریعہ سے ہی پہنچیں جب قرآن کریم جمع کرنے والے کافر اور مرتد ہیں اور جن سے احادیث منقول ہیں وہ کافر و مرتد ہیں تو جس دین کی بنیاد ہی خراب ہو وہ دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا اور جس دین کے بانی اور ارکان عبداللہ بن سبا اور ایرانی مجوسی ہوں اور عقائد متعہ۔ بدار۔ و تکفیر صحابہؓ ہو تو وہ بعینہٖ اس شعر کے مصداق ہیں ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند   ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

دین میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئیں ان کے بانی یہی لوگ ہیں ہم چند تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الفرق فی الفرق (للامام عبدالقاہر بغدادی الشافعیؒ المتوفی ۴۲۹ھ) ص۱۰۱ میں ہے۔

وما ظهرت البدع والضلالات الا من ابناء السبايا كما روى في الخبر الخ	دین کے اندر بدعتیں اور گمراہیاں نہیں پھیلیں مگر قیدیوں کی اولاد سے (یعنی ایرانی وغیرہ جو قید ہو کر آئے) جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

۲۔ تاریخ خطیب (علامہ بغدادیؒ المتوفی ۴۶۳ھ) جلد ۲ ص۳۰۸ میں ہے۔

ولما جاء الرشيد بشاكر رأس	خلیفہ رشید کے سامنے بڑا زندیق شاکر نامی رافضی

الزنادقة ليضرب عنقه قال اخبرني لـه تعلمون المتعلم منكم اوّل ما تعلمونه الرفض والقدر قال اما قولنا بالرفض فانا نريد به الطعن على الناقلة (اى الصحابة) فاذا ابطلت الناقلة اوشك ان يبطل المنقول (اى الدين) الخ

پیش کیا گیا تاکہ اس کو قتل کیا جائے تو رشید نے پوچھا یہ تو بتلاؤ کہ تم سب سے پہلے شیعہ مذہب اور تقدیر کا انکار لوگوں کو کیوں سکھلاتے ہو۔ شاکر نے جواب دیا کہ ہم جو شیعہ مذہب جس میں حضرات صحابہؓ کی تکفیر ہے سکھاتے ہیں تو اس لیے کہ ہمارا مدّعا ناقلین مذہب حضرات صحابہؓ پر طعن کرنا ہے ناقلین مذہب کو کافر و مرتد بنا کر باطل کردیں گے تو جو دین ان سے منقول ہے وہ خود بخود باطل ہو جائیگا

دیکھئے کتنی وضاحت سے شاکر زندیق نے اقرار کیا کہ ہم مذہب اسلام کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم حضرات صحابہ کرامؓ کو کافر و مرتد کہیں۔ ہم اس پر چند حوالے اور پیش کر دیتے ہیں جن کا مطلب یہی ہے گو الفاظ یہ نہیں

۳۔ اصابہ فی تذکرۃ الصحابۃ ج۱ صفحہ ۱۰ لابن حجر عسقلانیؒ۔

۴۔ الیواقیت والجواہر ص ۲۲۶ لعبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ۔

۵۔ کتاب المعتمد باب سوم فصل چہارم فضل اللہ تورپشتیؒ معاصر شیخ سعدیؒ۔ (شیخ سعدیؒ متوفی ۶۹۱ھ)

فائدہ:۔ یہ مذکورہ وجہ اصل علت ہے مگر بعد کے بعض جاہل یہ سمجھے کہ ان کو اہل بیت سے واقعی محبت ہے اور وہ اس کو نیک نیتی سے اسلام سمجھ کر پھنس گئے۔ فشتان ما بینهما. فتامل۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے عداوت کے فتنۂ عجمی اور ایرانی ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو جس آدمی نے شہید کیا ہے وہ حضرت مغیرہؓ بن شعبۃ کا ایک مجوسی غلام تھا جس کا نام فیروز اور کنیت ابولؤلؤ تھی۔ راجع کتب التاریخ۔

اکمال فی اسمار الرجال ص۶۰۲ وغیرہ اور حضرت عمرؓ کی شہادت ہرمزان کی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے جو تستر کا بادشاہ تھا گرفتار کر کے مدینہ طیبہ لایا گیا زبان سے منافقانہ کلمہ پڑھا مگر دل میں کفر تھا (ملاحظہ ہو فیض الباری ص۴۷۳ ج۴)

اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والا اسود تجیبی مصری تھا وھوالہ صح راجع اکمال ص۶۰۲ وغیرہ ۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنایا جن کی وجہ سے اسلام خوب پھیلا اور پھولا۔

شیعہ سے ایک سوال۔

حضرت شہربانو بنت کسریٰ حضرت عمرؓ کی خلافت میں لونڈی بنا کر مدینہ میں لائی جاتی ہے اور اس کا نکاح حضرت حسینؓ بن علیؓ سے ہوتا ہے ان سے بڑے بڑے امام پیدا ہوتے ہیں خصوصاً حضرت امام زین العابدینؒ اصول کافی کتاب الحجۃ ص۲۹۶ باب مولد علیؓ بن الحسینؓ (ومع شرح الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ ۲ ص۲۰۴ وص۲۰۵) میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام	حضرت امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جب (غنیمت میں)
قال لما اقدمت بنت یزد جرد	نوشیرواں یزدجرد کی بیٹی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے پیش
علی عمر الی ان قال فقال لہ	ہوئی (پھر آگے فرمایا) تو حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ نے کہا
امیر المومنین علیہ السلام لیس	آپ کو حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں آپ اس لڑکی
ذالک خیرھا رجلا من المسلمین	کو اجازت دیں کہ مسلمانوں میں سے جس کو بھی پسند کرے
وَاَحْسِبُهَا بِفَیْئِہٖ فخیرھا فجاءت	اس لونڈی کو اس مسلمان کی غنیمت کا حصہ شمار کر لیں
حتیٰ وضعت یدھا علی	(یعنی اس کو اس کی غنیمت کا حصہ سمجھ لیں) پس اس
رأس الحسین علیہ السلام فقال	کو اختیار دیا گیا سو اس نے اٹھ کر حضرت حسینؓ کے سر پر
امیر المومنین علیہ السلام	ہاتھ رکھ دیا حضرت علیؓ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے
ما اسمک فقالت جھان شاہ	کہنے لگی جہان شاہ حضرت علیؓ نے فرمایا بلکہ تمہارا

فقال لها امیر المومنین بل شهر بانو ثم قال للحسینؓ یا اباعبد اللہ لیلدن لك منها خیر اهل الارض فولدت علی بن الحسین الخ۔

نام شہر بانو ہے اور پھر حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ تمہارے ہاں اس لڑکی کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو دنیا میں سب سے بہتر ہوگا آخر کار حضرت علی بن حسینؓ ملقب بزین العابدینؓ پیدا ہوئے۔ فائدہ یہ ائمہ اثنا عشر میں سے چوتھے نمبر کے امام ہیں۔ (المتوفی ۹۵ھ)

اگر حضرت عمرؓ کی خلافت غاصبانہ تھی اور وہ مرتد تھے معاذ اللہ تعالیٰ تو یہ غنیمت جو مرتد کے ہاتھ سے تقسیم ہوئی لازمی نتیجہ ہے کہ حرام ہوگی تو یہ شہر بانو بھی مالِ حرام سے ہوگی۔ تو جو امام اس حرام لونڈی سے پیدا ہوئے تو وہ امام کیسے بن گئے۔ کیا یہی ہے محبت اہل بیت کی۔ بینوا توجروا۔

غیر مسلم کی شہادت

ہم اس مقام پر اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن موہن داس کرم چند گاندھی المولود ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۹ء کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ جب ۱۹۳۷ء میں آٹھ صوبوں کا نظم ونسق کانگرس کے ہاتھوں میں آگیا تو گاندھی جی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے وزراء کے لیے بہترین حکومت کا نمونہ پیش کریں تو انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو بطور نمونہ پیش کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ دنیا بھر کی دولت ان کے پاؤں پر تصدق ہونے کو تیار تھی لیکن انہوں نے قناعت، پرہیزگاری اور سادہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی ان کی پرہیزگارانہ زندگی کی مثال تاریخ کے اوراق میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی وہ موٹے کپڑے پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے تھے

(ہریجن ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء)

یہ شہادت کوئی معمولی شہادت نہیں کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک تو دنیا کے

تقریباً چھ سات ہزار سال ہی گذرے ہیں مگر ہندوؤں کے نزدیک چار دَور مشہور ہیں۔ تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۳ ۔

۱۔ ست جگ یہ دور سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا ہے عمر طبعی ایک لاکھ برس۔

۲۔ تریتا جگ یہ دَور بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا ہے عمر طبعی دس ہزار برس۔

۳۔ دواپر جگ یہ آٹھ لاکھ چوسٹھ ہزار برس کا ہے عمر طبعی ہزار سال۔ حضرت آدمؑ اور حضرت نوح علیہما السلام بقول ان کے اسی دور میں تھے۔

۴۔ کلجگ، چار لاکھ بتیس ہزار سال کا ہے عمر طبعی سو سال

پہلے تین دور تو یقیناً گذر چکے ہیں جن کا مجموعہ ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال ہوتا ہے۔ چوتھے دور کا بھی کچھ حصہ گذر چکا ہے مگر ہم پہلے ہی تین دور لے لیتے ہیں تو ان ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال کے اندر گاندھی جی کو جب کہ وہ رومیوں کی تاریخ سے واقف ہیں عمالقہ کی تاریخ سے آگاہ ہیں یونانیوں کی ہسٹری جانتے ہیں جاپان چین اور انگلستان کے واقعات سے واقف ہیں اپنی ہندوؤں کی تاریخ سے بھی واقف ہیں نہ ان کو رام چندر جی نظر آتے ہیں کہ ان کی حکومت کا نمونہ پیش کریں نہ کرشن جی نہ بیاس جی نہ دوسرے راجے اور مہاراجے۔ اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عادلانہ اور سادہ حکومت کی مثال تاریخ کے اوراق میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی یہ نہیں کہتے مل نہیں سکی بلکہ یوں کہتے ہیں مل نہیں سکتی ؎

وملیحۃ شہدت بہا ضراتہا

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ہم ان کی وفات کا مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں جو کامل مبردؒ المتوفی ۲۸۵ھ مصری جلد ۳ ص ۱۱۳ اور محاضرات (جلد ۲ ص ۱۲۲ و نبذۃ منہ فی جلد ۲ ص ۱۹۳) لشیخ محمد الخضریؒ

(المتوفی ۱۲۵۵ھ) وغیرہ میں موجود ہے کہ عبدالرحمان بن ملجم خارجی اور حجاج بن عبداللہ التمیمی المعروف بابرک اور زاذویہ مولی بنی عمر بن تمیم تینوں نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک ان تین بزرگوں میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔ عبدالرحمن بن ملجم حضرت علیؓ کو جو کہ کوفہ میں تھے حجاج بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو جو دمشق میں تھے اور زاذویہ حضرت عمروؓ بن العاص کو جو مصر میں تھے۔ اور ان کے قتل کی ایک رات مقرر کی تاکہ سب پہ ایک ہی رات میں حملہ کیا جائے حجاج بن عبداللہ بھی ناکام رہا زاذویہ نے مصر کی مسجد میں صبح کے وقت ایک شخص خارجہ نامی پر یہ سمجھ کر کہ یہ حضرت عمروؓ بن العاص ہیں حملہ کر دیا جب اسے معلوم ہوا تو اس نے کہا اردت عمرو واراد اللہ خارجۃ میرا ارادہ تو عمرو بن العاص کو مارنے کا تھا مگر خدا تعالیٰ نے خارجہ کے متعلق ارادہ کیا (یہ اب مشہور ضرب المثل ہے جب انسان کرنا کچھ چاہتا تھا اور ہو کچھ جائے تو کہتے ہیں اردت عمروا الخ راجع تاریخ ابن خلکان لقاضی شمس الدین احمد بن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ) عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علیؓ کو صبح کے وقت زخمی کر دیا یہ واقعہ ۱۸ رمضان جمعہ کے دن ۴۰ھ کا ہے اور ۲۱ رمضان بروز اتوار وہ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ حضریؒ فرماتے ہیں (جلد ۲ صہ ۱۲۲ محاضرات)

ودفن بالکوفۃ التی کانت	اور وہ کوفہ میں دفن کیے گئے جہاں ان کا
حاضرۃ خلافتہ	دارالخلافہ تھا۔

کل مدت خلافت ۴ سال اور کچھ دن کم نو مہینے ہے اور کل عمر ۶۳ سال یا ۶۵ سال یا ۷۰ سال یا ۵۷ (اکمال صہ ۶۰۳) والاول ھوالاصح۔

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کی شہادت

محاضرات جلد ۲ صہ ۱۹۷ میں ہے کہ

حضرت امام حسینؓ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو شہید کیے گئے اور ان کے ساتھ اس وقت

فقط اسی آدمی تھے اور جوان میں سے شہید کئے گئے ان کی تعداد بہتر ۷۲ تھی۔ اور ان کے مقابلہ میں ابن سعد کی فوج سے اٹھاسی ۸۸ آدمی مارے گئے رہا یہ معاملہ کہ قاتلین حضرت امام حسینؓ کون لوگ تھے؟ تو یہ ہماری بحث سے خارج ہے دل تو چاہتا ہے کہ قلم کو نہ روکا جائے کیونکہ

رہروان را خستگی راہ نیست عشق ہم راہ است وہم خود منزل است

مگر صرف چند اشارات پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بقول شاعر

لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

قاتلین حضرت حسینؓ کون لوگ ہیں؟ کیا حضرت امیر معاویہؓ ہیں ہرگز نہیں جلاء العیون ص۲۲۲ میں ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو حضرت امام حسینؓ کے متعلق خاص وصیت کی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اہل عراق (کوفی) حضرت حسینؓ کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی یاری و نصرت نہ کریں گے بلکہ یکہ و تنہا چھوڑ دیں گے۔ اے یزید اس وقت تو اگر ان پر فتح پاوے تو ان کے حق حرمت کو نگاہ رکھنا اور ان کی قدر و منزلت اور قرابت کا جو ان کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے مواخذہ نہ کرنا اور اتنے عرصہ میں میں نے جو روابط مستحکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کر بیٹھنا اور ہرگز کسی قسم کا صدمہ ان کو نہ پہنچنے دینا۔ انتہی۔

اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص۱۱۱ میں ہے اے بیٹے خبردار جب قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ایسا نہ ہو کہ حسینؓ بن علیؓ کا خون تمہارے گلے میں ہو الخ اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص۸۰ میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں حسینؓ کو کس طرح عیب لگاؤں کہ میں ان میں کوئی عیب نہیں پاتا الخ۔ یہ تین حوالے شیعہ حضرات کی مشہور کتب سے نقل کئے گئے ہیں کہ امیر معاویہؓ نہ قاتل نہ زمانہ قتل میں موجود نہ راضی۔ وہو المطلوب۔

کیا یزید یا یزید کے ایماء سے حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے اس کے متعلق بھی چند

حوالے ملاحظہ کرلیں۔

۱۔ جب زحیر بن قیس نے شہادت امام حسینؓ کی خبر یزید کو سنائی تو ناسخ التاریخ صفحہ ۲۶۹ میں ہے کہ۔

یزید لختے سر فرو داشت وسخن نہ کرد پس	یزید نے لمحہ بھر سر نیچے کرلیا اور اتنا حیران ہوا کہ
سر برآورد وگفت قد کنت ارضی من	بات تک نہ کی پھر سر اٹھا کر کہا کہ میں بغیر قتل حسینؓ
طاعتکم بدون قتل الحسین مالو	کے تمہاری اطاعت پر راضی تھا اگر میں ساتھ ہوتا
کنت صاحبہ لعفوت عنہ	تو یقیناً معاف کر دیتا اور قتل نہ ہونے دیتا۔

۲۔ جب شمر ذی الجوشن حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک لیکر یزید کے پاس آیا اور کہا سہ

املأ رکابی فضۃً وذھبًا   قتلتُ خیر الخلق اُمًّا وابًا

میری رکاب سونے اور چاندی سے بھر دے میں نے نجیب الطرفین کو قتل کر دیا ہے

تو خلاصۃ المصائب صفحہ ۳۰۴ میں ہے کہ

فغضب یزید ونظر الیہ شذرا	یزید نے غضب کی حالت میں شمر کو دیکھا اور کہا
وقال ملأ اللہ رکابک نارًا۔ ویل لک	خدا تعالیٰ تیری رکاب کو آگ سے بھرے جب
اذا علمت انہٗ خیر الخلق فلمَ	تو جانتا تھا کہ حضرت حسینؓ خیر الخلق ہیں تو تو نے
قتلتہٗ اخرج من بین یدی	انہیں کیوں قتل کیا جا دفع ہو جا تیرے لیے میرے
لہ جائزۃ لک عندی۔	پاس کچھ انعام نہیں۔

۳۔ جلاء العیون صفحہ ۵۲۷ میں ہے کہ یزید نے کہا کہ

ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد ومن	ابن زیاد لعین نے حضرت حسینؓ کے معاملہ میں جلدی
راضی بکشتن او نبودم۔	کی میں ان کے قتل کرنے پر ہرگز راضی نہ تھا۔

۴۔ طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۶ میں ہے

خدائے بکشد پسر مرجانہ را کہ حسین را بکشت	خدا تعالیٰ ہلاک کرے ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو کہ

ومرا در دو جہاں روسیاہ ساخت — حضرت حسینؓ کو اس نے قتل کر دیا اور مجھے دو جہان میں روسیاہ کر دیا۔

۵۔ جلاء العیون ص۵۲۷ میں ہے کہ یزید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا: اے ہندہ برفرزند رسول خدا و بزرگ قریش نوحہ و زاری کن" اے ہند فرزند رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اور قریش کے سردار پر نوحہ کر۔

۶۔ خلاصۃ المصائب ص۲۵۳ میں ہے کہ یزید خلوت وجلوت میں حضرت امام حسینؓ کے لیے بیقرار ہو کر روتا تھا۔

فائدہ: ۔ امام حسین پر رونا یزید کی سنت ہے۔ اس سنتِ یزید پر شیعہ قائم ہیں گے

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تابہ کجا

۷۔ یزید نے اہل بیت کو عزت سے سوار کر کے اور بہت سا سامان دے کر رخصت کیا۔ خلاصۃ المصائب ص۲۹۲۔

پھر کس نے حضرت امام حسینؓ کو دغا دیکر قتل کیا یا کرایا

ربیع الاول ۴۱ھ میں جب بموجب پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی (بخاری ج۱ ص۳۷۳ وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین۔ — بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں (جو ایک حضرت علیؓ کی اور دوسری حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت تھی) صلح کرائے گا۔

تو شیعوں نے کہا۔ ۱۔ جلاء العیون ص۳۲۶ تم نے ہماری گردنوں کو ذلیل کر دیا۔ اور ہم شیعوں کو بنو امیہ کا غلام بنا دیا الخ۔ ۲۔ شیعہ حضرت امام حسنؓ کو یا مذل المومنین ویا عار المومنین کے

الفاظ سے گستاخانہ خطاب کرتے تھے۔ جلاء العیون ص۲۳۶۔ ۳۔ ایک شیعہ جس کا نام سفیان بن ابی لیلی تھا وہ جب سلام کرتا تو یوں کہتا السلام علیک یا عار المؤمنین۔ السلام علیک یا مذل المؤمنین۔ جلاء العیون ص۳۲۴)

حضرت امام حسینؓ کو شیعۂ کوفہ نے خط لکھا کہ آپ ضرور اس شہر میں تشریف لاکر اس کو منور کریں۔ ہم حضرت کی بیعت کریں گے۔ سلیمان بن صرو۔ مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد۔ وحبیب بن مظاہر وغیرہ شیعوں نے خط لکھے۔ (جلاء العیون ص۴۳۱ ناسخ التواریخ جلد ۶ ص۱۳۱ مہیج الاحزان ص۴۷،۴۸) جب بارہ ہزار خطوط شیعوں نے لکھے تو حضرت امام حسینؓ نے اپنے چچیرے بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو نائب بنا کر حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا (جلاء العیون ص۴۳۲) حضرت امام مسلمؓ کے کوفہ پہنچتے ہی اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کی۔ ناسخ التاریخ ص۱۳۳ میں ہے کہ ہشتاد ہزار کس بامسلم بیعت کرد۔ شیعہ نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا۔ کہ صد ہزار شمشیر برائے نصرت تو مہیا است (مہیج الاحزان ص۵۵) ایک لاکھ تلوار آپ کی حمایت کے لیے تیار ہے۔ حضرت امام مسلمؓ اپنی شہادت سے ۲۷ روز پہلے ان کی کاروائی سے دھوکہ کھا کر امام حسینؓ کو خط لکھتے ہیں کہ آپ بھی آئیں یہ لوگ بڑے ہمدرد ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امام مسلمؓ کو بھی انہوں نے شہید کیا (ناسخ التاریخ) اب سوال یہ ہے کہ خط لکھنے والے کوفی کون تھے۔ سنی یا شیعہ۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مجالس المؤمنین ص۲۵ میں قاضی نور اللہ شوستری شیعہ لکھتے ہیں کہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہی نہیں بلکہ ان کا سنی ہونا محتاج دلیل ہے۔ آگے کہتے ہیں "اگرچہ ابوحنیفہؒ کوفی باشد۔ یعنی اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ (وغیرہ) سنی تھے مگر الشاذ کالمعدوم۔

۲۔ جو خطوط امام حسینؓ کی طرف جاتے تھے ان میں یہ لکھا ہوتا تھا۔ از جانب فلاں

بن فلاں وسائر شیعان الا (ناسخ التاریخ وغیرہ)۔ ۳۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جب امام حسینؓ کے بلانے کی پہلی اسکیم پاس ہوئی تو اس نے کہا انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ (ناسخ التواریخ وجلاء العیون) یعنی تم ہی حضرت امام حسینؓ اور ان کے والد کے گروہ میں شامل ہو امام حسینؓ جب لشکر گاہ میں پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تم نے میرے باپ سے کون سی وفاداری کی جواب میرے ساتھ کرو گے۔ جب لشکر گاہ کی طرف گئے تو ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ (جلاء العیون ص۳۱۲) اور فرماتے رہے۔ قد خذلنا شیعتنا۔ (خلاصۃ المصائب ص۹۴) ہمارے شیعوں نے ہم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اسی طرح ناسخ التاریخ ص۲۶۳ و جلاء العیون میں ہے اور نیز فرماتے ہیں ویلکم یا اھل الکوفۃ اَنَسِیْتُمْ کُتُبَکُمْ وَعُھُوْدَکُمْ (ذبح عظیم ص۲۳۵) اے اہل کوفہ تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جب کہ خود امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کوفیوں نے بلایا تھا اور یہ ان کے خط ہیں مگر اب وہی میرے قتل کرنے کے درپے ہیں (ناسخ التواریخ ص۱۵۹ وخلاصۃ المصائب ص۱۱۵) حضرت امام زین العابدینؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی ہم پر روتے ہیں تو پھر کوئی بتلائے کہ ادھر کس نے ہم پر یہ ستم توڑا اور ہمارے بڑوں کو قتل کیا (ناسخ التواریخ جلد ۲ ص۲۴۳) حضرت زینبؓ فرماتی ہیں اے اہل کوفہ اور اے اہل مکر و حیلہ تم نے ہی ہمیں قتل کیا اور تم ہی ہم پر ماتم کرتے ہو (جلاء العیون) علامہ خلیل قزوینی صافی شرح کافی میں لکھتے ہیں۔ باعث کشتہ شدن ایشاں صلوۃ اللہ علیہم تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و مانند آں۔ خطوط لکھنے والوں نے امام کی شہادت کے بعد اقرار کیا کہ ہم سے جرم عظیم ہوا توبہ کرو (مجالس المومنین) مگر قتل کرنے اور کروانے کے بعد توبہ کا کیا معنیٰ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

خلاصۃ المصائب ص۲۰۱ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص۱۴۲ و تلخیص مرقع کربلا ص۱۰ میں ہے لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفۃ۔

کہ قاتلین امام حسینؓ نہ تو شامی تھے اور نہ حجازی بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے۔ وللتفصیل راجع مبسوطات۔

خلاصۃ المصائب ص۲۰۹ میں ہے کہ حضرت امام حسینؓ عین میدان جنگ میں فرماتے ہیں قد خذلنا شیعتنا، شیعانِ ما دست، از یاری باز بر داشتند (جلاء العیون) ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ اور ایسا ہی ناسخ التواریخ ص۱۶۳ میں ہے اور حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے اور کروانے کے بعد آج تک وہ قاتلوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور ماتم کناں ہیں مگر۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے   کیوں وہ بیٹھے ہیں مری نعش پہ دامن ڈالے

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔

الحمد للہ اولاً واٰخراً وظاھراً وباطناً وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ وسلم کثیراً۔

وانا العبد الاحقر محمد سرفراز خاں صفدر الحنفی مذھباً
والدیوبندی مسلکاً والحسینی مشرباً والسواتی نسباً
والھزاروی مولداً

{Telegram} https://t.me/pasbanehaq1

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی طبع سوم
- احسن الکلام
- تسکین الصدور
- الکلام المفید — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- ازالۃ الریب
- راہ سنت
- آنکھوں کی ٹھنڈک
- احسان الباری
- طائفہ منصورہ
- ارشاد الشیعہ
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- عبارات اکابر
- تبلیغ اسلام
- گلدستہ توحید — مسئلہ توحید کی وضاحت
- دل کا سرور
- راہ ہدایت
- بانی دارالعلوم دیوبند
- ینابیع
- چراغ کی روشنی
- مسئلہ قربانی
- عیسائیت کا پس منظر
- مقالہ ختم نبوت
- المسلک المنصور
- اتمام البرہان — رد توضیح البیان
- حلیۃ المسلمین — داڑھی کا مسئلہ
- توضیح المرام — فی نزول المسیح علیہ السلام
- آئینہ محمدی
- شوق حدیث — حجیت حدیث
- ملا علی قاری
- تنقید متین — بر تفسیر نعیم الدین
- باب جنت بجواب راہ جنت
- الکلام الحاوی
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- تفریح الخواطر — بجواب تنویر الخواطر
- چہل مسئلہ — حضرات بریلویہ
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب
- اظہار العیب
- سماع موتی
- چالیس دعائیں
- مقام ابی حنیفہ
- صرف ایک اسلام
- حکم الذکر بالجہر
- شوق جہاد
- اطیب الکلام — ملخص احسن الکلام
- انکار حدیث کے نتائج — منکرین حدیث کا رد
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
- مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا
- اخفاء الذکر — ذکر آہستہ کرنا چاہیے

مطبوعات عمر اکادمی

- خزائن السنن
- جنت کے نظارے
- حمیدیہ
- امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع
- غیر مقلدین کے متضاد فتوے
- انکشاف حقیقت
- ایضاح سنت
- مصباح سنت
- وضوء مسنون طریقہ
- جواب مقالہ
- بدعت ہے